وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

از حقائق آگاہ معارف دستگاہ سید الفقہاء والمحدثین عمدۃ الحکماء والمتکلمین حامی
شریعت ہادی طریقت مقبول بارگاہ صمد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مد ظلہ العالی

هِدَايَةُ الْمُعْتَدِي

فِي

قِرَاءَةِ الْمُقْتَدِي

جس میں عدم جواز قرأۃ مقتدی کی دلائل شرعیہ نہایت عمدگی سے مندرج ہیں

حسب فرمائش محمد عثمان تاجر کتب و مالک

کتب خانہ اشرفیہ دہلی

مفید عام اسٹیم پریس آگرہ میں باہتمام محمد قادر علی خان صوفی چھپے

تالیفات حضرت سیدی مرشدی حکیم الامتہ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
اخبار الزلہ	ار	جو غلط مسائل مشہور		وہ آداب کہ جنکی رعایت		بسط البنان توضیح	
الخطب الماثورہ		ہین اسکی تردید عوام		رکہنے سے آپس مین		حفظ الایمان حفظ الایمان	
اسمین جناب رسول اللہ		لوگون کیلئے نہایت کارآمد ہے	ار	محبت اتفاق وصفائی		پر مخالفین نے بہت	
صلعم وخلفائے راشدین		الخطاب الملیح در رد		پیدا ہوتی ہے	۲ر	اعتراضات کئے تہے	
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے		قادیان	۲ر	انتباہات المفیدہ		انکے اعتراضات کی	
خطبے احادیث صحیحہ سے		الاقتصاد وبحث التقلید		بڑی نادر کتاب ہے		تحقیقی جوابات تحریر	
منتخب کر کے درج فرمائے		والاجتہاد۔ حضرت		نو تعلیم یافتہ حضرات		فرمائے ہین	ار
ہین اور عیدین استسقاء		مولانا نے تقلید اجتہاد		کیلئے مفید ہے	۱۲ر	بہشتی زیور۔ اسکی	
ونکاح کے خطبے لکہے ہین	۲ر	کو احادیث سے ثابت		انقلاب امت		تعریف کی ضرورت نہین	
اصلاح الرسول و		کیا ہے نہایت کارآمد	۵ر	جو کہ انقلاب ہم مین		اس سے کون شخص	
پیدائش کے وقت سے مرنے		القول الصواب		واقع ہوا ہے اسکی		خواندہ ہے جو واقف	
وقت تک کی کل رسوم		پردے کے بیان مین		حقیقت واصلاح		نہین قیمت فی حصہ	۳ر
مروجہ اور اسکی اصلاح مجسمہ	۸ر	القول البدیع اسمین		کہ ایسا کرنا چاہیے	۳ر	بہشتی گوہر تتمہ بہشتی	
اصلاح الخیال	۳ر	ثابت کیا ہے کہ گانون		ارشاد الہائم فی		زیور	۴ر
اصلاح ترجمہ دہلویہ	۲ر	مین جمع کرنا چاہیے	۲ر	حقوق البہائم	۳ر	تعلیم الدین	۸ر
ڈپٹی نذیر احمد صاحب کے		الکثیر فی اثبات التقلید	۱۲ر	این گنج عجب		تجوید القرآن	ار
ترجمہ کی غلطیوں کی اصلاح		آداب المعاشرت		اسمین مثنوی زیر		تنبیہات وصیت	
اغلاط العوام عوام مین		باہمی گذران وبرتاؤ کے		بم وغیرہ سے نصیحت	۱۰ر	مو تہمات اربعہ	۳ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین وعلی مجتہدی ملتہ واتباعہ الی یوم الدین

اما بعد۔ احقر العباد بندہ **رشید احمد** گنگوہی عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت ارباب فہم و دیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسب مسلک حق جملہ اہل حق و دین یہی ہے کہ جس مسئلہ مین صحابہ و مجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہو تو اوس مین سے جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہل حق سے راجح سمجھے اوسپر عمل درآمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن و تشنیع نکرے۔ اور عند الضرورت اوس پر عمل بھی کرے۔ اسیوجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے کسی اہل مذہب پر طعن نہین کرتا اور نہ اپنے مذہب کے خواہ مخواہ ترجیح کے درپے ہوتا ہے مگر

عند الضرورت جہان کچہہ رفع فساد یا اصلاح متصور ہوتی ہی تو اوس مسئلہ مین کچہہ لکہدیتا ہے - اس زمانہ مین بعض مدعیان عمل بالحدیث نے یہ غوغا مچایا کہ حنفیہ مفسدین صلوٰۃ اور بے نماز ہین کیونکہ فرضیت قرأت فاتحہ خلف الامام بہت نصوص قطعیۃ الثبوت اور قطعیۃ الدلالۃ سے ایسی ظاہر و باہر ہے کہ ہرگز اسمین انکار اور تاویل کو کوئی گنجائش نہین ہے اور یہ لوگ قرأت فاتحہ خلف الامام کے منکر ہین لہذا اونکی نماز درست نہین ہوتی اور اس غوغا کا اثر ہوا کہ اکثر عوام تشویش مین پڑ گئے بلکہ بعض علماء کو بھی تردد ہو گیا لہذا بندہ کو اس بارہ مین لکھنا ضرور ہوا کہ اولاً اس مین طعن اکثر صحابہ و مجتہدین رضی اللہ عنہم پر لازم آتا ہے اور ثانیاً اندیشہ فتنہ و فساد کا ہے پس بندہ انشاء اللہ یہ ثابت کردیگا کہ وہ نصوص قطعیہ مستندہ مدعیان عمل بالحدیث کی اگرچہ بنظر سرسری موجب قرأت فاتحہ خلف الامام ہین مگر بنظر امعان و تفقہ ہرگز وجوب قرأت فاتحہ اون سے ثابت نہین اور بعض مین گنجائش تاویل موجود ہے پس امید اہل فہم و دیانت سے یہ ہے کہ اسکو بغور و انصاف ملاحظہ فرما کر اپنے تعصب اور تعسف سے باز آئین اور حق تعالیٰ سے شرمائین اور ائمہ دین پر اس طعن و تشنیع سے باز آئین وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ

اقول و باللہ التوفیق ایک استدلال موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کا آیتہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن سے ہے کہ آیت بعمومہا مقتدی کی شامل ہے لہذا مقتدی پر بھی قرأت فرض ہوئی۔ حجت اول

مگر یہ استدلال ہرگز صحیح نہین اور اس آیت سے حجت لانا درست نہین کیونکہ مکہ مین ابتداء اسلام مین نماز تہجد فرض ہوئی تھی جسکی خبر سورہ مزمل کے شروع مین موجود ہے یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا الآیۃ اور سورہ مزمل ابتداء بعثت مین نازل ہوئی کہ حسب تحریر سیوطی کے اتقان مین اول سورہ اقراء ثانیاً سورہ نون ثالثاً

ابتداء سورہ مزمل کا نزول ہے اور سب امام و مقتدی فاتحہ و سورۃ دونون کو پڑہتے تہے پہر بعد ایک سال کے حسب روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے مکہ مکرمہ مین ہی آخر سورہ مزمل کا نازل ہوا جس مین فاقرأوا ماتیسر من القرآن ہے تو اس سے فرضیت صلوٰۃ تہجد طویل منسوخ ہوکر قدر ماتیسر کی فرضیت باقی رہگئی تہی بعد اوسکے جب نماز پنجگانہ فرض ہوئی تو اوسوقت بھی قرأت امام و مقتدی سب پر فرض رہی پہر ایک مدت کے بعد آیۃ اذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا سے قرأت مقتدی منسوخ ہوئی چنانچہ بیہقی وغیرہ نے لکہا ہے عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأ فی الصلوٰۃ اجابہ من وراءہ اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل ذلک حتی تنقضی الفاتحۃ والسورۃ فلبث ماشاء اللہ ان یلبث ثم نزلت واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا انتہی +

اور مفصل بحث اسکی سبیل الرشاد مین بندہ نے لکہی ہے پس حکم منسوخ کو حجت لانا ہرگز درست نہین

دوسری حجۃ موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کی حدیث عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ جسکو بخاری نے اپنی کتاب صحیح اور جزء قرأت مین اور مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی و دارقطنی و بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی تالیفات مین اور امام احمدؒ نے اپنی مسند مین باسانید متعددہ و بنقل معنی بالفاظ مختلفہ روایت کیا ہے اور کسی نے جزو اول اس حدیث کا اور کسی نے جزء اخیر اس حدیث کا اور کسی نے تمام حدیث بحذف بعض کلمات روایت کی ہے جس کے سبب سے حسب اصطلاح محدثین یہ ایک حدیث احادیث کثیرہ ہوگئی ہے پس جس عالم نے بنظر سرسری ظاہر ان احادیث کو جو مختلف الالفاظ اور

کمی و زیادتی کے ساتھہ مذکور تہین ملاحظہ فرمایا انکو وجوب قرأت فاتحہ علی المقتدی معلوم ہوا اور جس نے مجموعہ احادیث کو جمع کر کے کہ فی الواقع وہ ایک حدیث اور ایک واقعہ ہے بامعان نظر فقیہہ غور فرمایا اوسکو محقق ہوگیا کہ اس حدیث سے وجوب قرأت فاتحہ علی المقتدی ہرگز ثابت نہین ہوتا

اور یہ حیقہ امام ابوحنیفہ اور اون کے موافقین کی قسمت مین تہا پس صحیحین اور بعض دیگر مسانید مین مثلاً روایت مذکورہ عبادہ کو اسقدر روایت کیا کہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحہ الکتاب اور اول حدیث کو حذف کیا پس اس سے ہر شخص نے یہی سمجھا کہ لاصلوٰۃ کی عموم مین صلوٰۃ مقتدی داخل ہے اور قرأت فاتحہ مقتدی پر واجب ہی مگر اوس نے تتبع نہ کیا کہ دوسرے طریق مین کسی ثقہ نے کچہہ اور ہی زیادہ کیا ہے اور نہ اول اس حدیث کو اسکے ساتہہ ملاکر غور فرمایا لہذا اکثر علماء اس حدیث سے وجوب قرأت علی المقتدی سمجہہ گئے۔ اب سنو کہ حدیث منقولہ صحیحین کی قبل ترمذی و ابوداؤد و نسائی و جزء قرأت وغیرہا کتب مین باختلاف الفاظ و کمی زیادتی کلمات یہ عبارت مذکور ہے عن عبادۃ بن الصامت رضی قال صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فثقلت علیہ القرأتہ فلما انصرف قال انی اراکم تقرؤن وراء امامکم قال قلنا یا رسول اللہ ای واللہ قال لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوٰۃ لمن لم یقرء بہا کذا فی الترمذی پس اول اس حدیث عبادہ سے دو امر ثابت و محقق ہوئے ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب منازعت قرآن کے مازاد علی الفاتحہ کو مقتدی پر نہی فرمایا اور حرام کردیا اور فاتحہ کو مباح فرمایا اس واسطے کہ استثناء نہی سے مفید اباحتہ ہوتا ہے نہ مفید وجوب و استحباب جبتک کہ کوئی اور دلیل مفید وجوب و استحباب نہو چنانچہ ہر ذی علم و ذی فہم اسبات کو جانتا ہی پس اس جزو حدیث سے اور جملہ احادیث عبادہ بن الصامت سے جو کہ کتب مین مروی ہین اباحتہ فاتحہ کی مقتدی پر اور حرمت مازاد علی الفاتحہ کی ثابت ہوگئی اور آخر اس حدیث کا کہ جسکو بخاری

و مسلم نے نقل فرمایا ہے یعنی انہ لاصلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب بحذف کلمہ فانہ ہے
کہ جس سے وہ حدیث مستقل معلوم ہوتی ہے اور درحقیقت وہ اسی حدیث کا جزو ہی
حدیث مستقل نہین ہی کہ خود یہ امر جزء قرأت و دیگر کتب سے واضح ہی پس ظاہر ہنیان حدیث
کے نزدیک یہ قرار پایا کہ یہ دلیل وجوب فاتحہ علی المقتدی کی ہے اور اوس کے یہ معنی ہوئے کہ
مازاد علی الفاتحہ مت پڑہو مگر فاتحہ پڑہو کہ بدون فاتحہ کوئی نماز درست نہین ہوتی پس جب آپ نے
صلوٰۃ کو کلیۃ اور عموماً فرمایا تو صلوٰۃ مقتدی بھی اس مین داخل ہوئی اور اس جملہ سے اباحۃ
فاتحہ علی المقتدی جو مفہوم ہوتی ہی مرتفع ہوکر وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت ہوگیا مگر یہ فہم
صحیح نہین ہے اسواسطے کہ مسلم نے معمر سے جو کہ اعلیٰ درجہ کا راوی ابن شہاب کا ہی اور بخاری و مسلم اور
جملہ اہل حدیث کے نزدیک الثقۃ الروۃ ہے ابن شہاب سے اس روایت عبادہ مین لفظ فصاعداً
کا ہی روایت کیا ہے قال مسلم اخبر معمر عن الزہری بھذا الاسناد مثلہ و زاد فصاعداً
اور نسائی مین ہی اس زیادت کو روایت کیا ہے اور زیادت ثقہ کی باتفاق جملہ محدثین قدیم
و جدید کہ جن مین خود بخاری علیہ الرحمۃ بھی ہین صحیح و معتبر ہی ۔ اس مین کسیکو اختلاف
نہین ہی چنانچہ مسلم نے خود اسکو قبول فرمایا ہی جس کا دل چاہئے مسلم کو ملاحظہ
فرمالے اور ابوداؤد نے سفیان سے کہ وہ بھی اعلیٰ درجہ کے رواۃ ابن شہاب مین
ہین اور صحیحین کے راوی ہین اور جملہ اسانید صحاح مین انکی روایات بکثرت موجود ہین اس سے
زیادہ فصاعداً کو روایت کیا ہے اور بعض دیگر رواۃ نے اس زیادت کو نقل کیا ہی
ہم اون سے بحث نہین کرتے اگرچہ ثقہ ہین پس جب دو راوی الثقہ اس روایت
کو نقل فرماوین تو اس زیادت کی صحت مین کوئی کلام باقی نہین پس معنی اس جزو حدیث
کے یہ ہوئے کہ کوئی نماز بدون فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ کے درست نہین پس ہم پوچھتے
ہین کہ اگر اس عموم صلوٰۃ مین صلوٰۃ مقتدی داخل ہے تو معنی حدیث کے کسطرح درست ہونگے کیونکہ
اول حدیث مین مازاد علی الفاتحہ کی تحریم مقتدی پر کی گئی ہی اور یہان ایجاب مازاد علی الفاتحہ

کا ثابت ہوتا ہے پس اول حدیث آخر کے ساتھہ متعارض ہوگئی اور حدیث محض بے معنی ہوگئی حاشا وکلا کہ زیادۃ فصاعدا غلط ہو اور حدیث کا شروع اوسکے ختم کو متعارض ہو ایسا کلام کسی عاقل کا نہین ہوسکتا چہ جائیکہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی پس بالضرور جملہ حدیث فانہ لا صلوۃ الخ دلیل اباحۃ فاتحہ علی المقتدی کی ہے نہ اثبات وجوب فاتحہ علی المقتدی کی اسیواسطے سفیان نے اس حدیث مین فرمایا کہ یہ ارشاد صلوۃ منفرد کیواسطے ہے یعنی اس حدیث مین صلوۃ مقتدی داخل نہین چنانچہ ابوداؤد مین یہ عبادت مذکور ہے حدثنا سفیان عن الزھری عن محمد ابن الربیع عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعدا قال سفیان لمن لم یصلی وحدہ پس سفیان علیہ الرحمۃ نے تصریح کردی کہ صلوۃ مقتدی اسمین داخل نہین پس ہدایۃ سفیان ومعمر کی روایت سے کالمشاہد معلوم ہوگیا کہ اس روایت عبادہ سے ہرگز وجوب قرأت فاتحہ علی المقتدی ثابت نہین ہوسکتا اور جتنی روایات متعددہ کثیرہ بسبب تعدد رواۃ اور اختلاف کلمات اور نقل جزء وکل سے جم غفیر کثیر ہوگئین تھین اور فی الواقع وہ حدیث واحد تہی ان سب سے یہ ہی محقق ہوگیا کہ مقتدی پر قرأت فاتحہ ہرگز واجب نہین۔ پس ہرگاہ کہ یہ زیادۃ فصاعدا موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کے مرام کو سخت مضر تہی لہذا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزء قرأت مین اس زیادۃ فصاعدا سے انکار فرمایا مگر یہ انکار اون کا چونکہ خلاف قاعدہ مقررہ تمام محدثین سلف وخلف کے ہے اور خود اونکے قاعدہ مسلمہ کے بہی خلاف ہے اس لئے قابل التفات نہین اور اون کو بہی چونکہ اس زیادہ سے مضر تہوا لہذا اس زیادۃ کی بالآخر یہ توجیہ کی کہ یہ لفظ فصاعدا اس حدیث مین مثل لفظ فصاعدا روایت قطع وقت کے ہے حیث ورد لا قطع الا فی ربع دینار فصاعدا الحدیث مگر یہ توجیہ درست نہین ہے اسواسطے کہ معنی حدیث لا قطع الی آخرہ کے یہ ہین کہ ربع دینار مین قطع

ضرور ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو یہ زیادہ قطع کے لئے نہ ضرور ہے نہ مفرش خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ فاتحہ کا ہونا صلوٰۃ کیلئے ضرور ہے اگرچہ صلوٰۃ مقتدی ہو اور مازاد علی الفاتحہ ضرور نہیں اگرچہ کوئی نماز ہو پس صلوٰۃ مقتدی اور غیر مقتدی دولوں کو متناول ہے پس یہ توجیہ خود حدیث ہذا ابوہریرہ کے جو مرفوعاً مروی ہے کہ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب وما زاد اور حدیث ابوسعید خدری کے قال امرنا نبینا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر اور دیگر روایات مرفوعہ کے جنکو کہ بخاری نے جزء قرأت میں اور دیگر اصحاب سنن و مسانید نے باب بیان فرضیت فاتحہ میں روایت کیا ہے مخالف ہے کیونکہ اُن روایات سے فرضیۃ مازاد کی معلوم ہوتی ہے اور اس توجیہ میں عدم حاجت مازاد مصرح ہے لہذا یہ توجیہہ بخاری صاحب کی محل نظر ہے اور نیز عبادۃ بن الصامت کے نزدیک قرأۃ فاتحہ خلف الامام واجب نہ تھی بلکہ اسکو اباحۃً یا استحباباً پڑھتے تھے کیونکہ خود عبادۃ بن صامت اول میں اس اپنی روایۃ کی نسبت مازاد علی الفاتحہ لا تفعلوا روایت کرتے ہیں کہ جس سے قرأت مازاد کی تحریم ثابت ہوتی ہے اور آخر حدیث کے اندر فصاعداً روایت کرتے ہیں جیسا کہ مسلم و نسائی و ابوداؤد سے معلوم ہو گیا کہ جس سے وجوب مازاد کا مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ثابت ہوا ہے اور یہ امر عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے عالم سے محال ہے پس بالضرور اُن کے بھی اس عموم کلمہ لا صلوٰۃ میں صلوٰۃ مقتدی داخل نہیں پس اون کے نزدیک بھی وجوب فاتحہ اور مازاد کا غیر مقتدی پر ہوا اور اباحۃ فاتحہ کی مقتدی کے لئے خود عبادۃ بن الصامت کے نزدیک ثابت ہوئی نہ وجوب چنانچہ اوپر تقریر ہوئی

دوسری یہ کہ سنن ابوداؤد وجزء قرأۃ وغیرہ میں حدیث عبادہ کی بروایت نافع بن محمود اس طرح سے مذکور ہے قال نافع ابطاء عبادۃ عن صلوٰۃ الصبح فاقام ابونعیم المؤذن الصلوٰۃ فصلی ابونعیم بالناس واقبل عبادۃ وانا معہ حتی صففنا خلف ابی نعیم

وابو نعیم یجہر بالقراءۃ فجعل عبادۃ یقرء بام القرآن فلما انصرف قلت لعبادۃ سمعتک تقرء بام القرآن وابو نعیم یجہر قال اجل صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض الصلوۃ التی یجہر فیہا القراءۃ فالتبست علیہ القراءۃ فلما انصرف اقبل علینا بوجہہ فقال ہل تقرؤن اذا جہرت بالقراءۃ فقال بعضنا انا نصنع ذلک قال فلا وانا اقول ما لی ینازعنی القرآن فلا تقرؤا بشیء من القرآن اذا جہرت الا بام القرآن انتہی

اس روایت سے واضح ہے کہ نافع کے نزدیک قراءۃ فاتحہ مقتدی کو درست نہ تھی اور نافع نے عبادہ پر یہ اعتراض کیا تھا کہ ہی کرتے ہو پس عبادہ کو ثابت ہوگیا تھا کہ نافع نے نہ خود پڑھی نہ اسکو جایز جانا تو ایسی حالت میں اگر قراءۃ فاتحہ عبادہ کے نزدیک واجب ہوتی تو نافع کو اس واجب کے ترک کی زجر فرماتے اور اسپر ایجاب فاتحہ کرتے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب پر فرض ہی مگر عبادہ نے یہ نہ کیا اپنے پڑھنے کی اباحت کا عذر سنا دیا کہ جو لا تقرؤا الا بام القرآن سے ظاہر ہے اور حدیث بالتمام مع اسکے تمام قصہ کہ جس سے انکی مقصد وجہ اباحت معلوم ہوجاوے وہ ہی سنا دی اور آخر جزو حدیث لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب پر اسواسطے قناعت نکی کہ نافع کو گمان وجوب کا ہو جاوے اور اول حدیث سے اباحت معلوم ہوجاوے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قراءۃ فاتحہ کو مباح سمجھتے تھے پس جبکہ خود عبادہ راوی حدیث اسکو مباح جانتے ہوں دوسروں کو اسکا مفید وجوب جاننا حالانکہ الفاظ ہی افادہ وجوب سے آبی ہوں کمال تعجب کی بات ہے

یہاں ایک امر اور بھی قابل غور ہے وہ یہ کہ نافع بن محمود طبقہ ثالثہ سے ہیں جیسا کہ تقریب وغیرہ میں مذکور ہے اور صاحب طبقہ ثالثہ کا اکثر صحابہ سے راوی اور اکثر صحابہ کے حال سے واقف ہوتا ہے چنانچہ تقریب میں

مذکور ہے پس جب نافع کو کسی صحابی سے جواز قراءۃ فاتحہ علی المقتدی معلوم نہ ہوا تہا
اسواسطے نافع نے عبادہ پہ اعتراض کیا اگر اور صحابہ سے جو آپکے اساتذہ تھے جواز
قرأت فاتحہ کا معلوم ہوتا تو وہ عبادہ پر کیوں نقض کرتے اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس زمانہ مین اکثر صحابہ قرأت فاتحہ کو مقتدی کیلئے جائیز ومباح نہ جانتے تہے اور چونکہ
درصورۃ فصاعدا اس جملہ لاصلوۃ لمن لم یقرء الخ کا ربط اول حدیث سے خوب ذہن نشین
اکثر طلبہ کے نہین ہوتا اور پریشانی ہوتی ہے لہذا بندہ اسکی شرح کرتا ہے
بگوش ہوش سنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہرگاہ قراۃ مقتدی کی مکہ مین آیۃ واذا قری
القران فاستمعوا لہ وانصتوا سے منسوخ ہوچکی تہی تو صحابہ کرام جنکو اسکے نسخ کی خبر پہنچ
چکی تہی وہ تو ترک قراۃ فاتحہ خلف الامام کرچکے تہے مگر جب آپ ہجرت فرماکر مدینہ
منورہ مین تشریف لائے تو یہان مدینہ مین کل یا بعض صحابہ اقتداء مین قرآن پڑہتے
تہے مگر یہ پڑہنا ان کا یا تو بوجہ عموم فاقرؤا کے تہا اور عدم اطلاع نسخ کے یا بوجہ کسی
رائے اجتہادی کے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے ہرگز نہ تہا چنانچہ خود
حدیث عبادہ کے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچہا کہ آیا تم میرے
پیچہے قرآن پڑہتے ہو تو اگر آپکے ارشاد اور امر سے پڑہتے ہوتے تو اسکو ذکر کرتے
جب تحقیق معلوم ہوا کہ یہ لوگ پڑہتے ہین تو اسوقت ارشاد فرمایا کہ تمہارے پڑہنے کے
سبب سے مجھے قرآن کیتھ منازعت ہوئی اور قرآن پڑہنا مجھے گران ہوا اور
منازعت وگرانی کے معنی یہ تہے کہ آپ قرآن پڑہنے سے رکتے تہے اور قرآن آپکے
ذہن سے نکلا جاتا تہا شوق قراۃ وفہم معنی مین خلل آتا تہا چنانچہ یہ امر خود شایع
ہے کہ جب کوئی قاری کے پاس پڑہنے یا بولنے لگتا ہے تو قاری کا تقنا لگنے
لگتے ہین اور یہی معنی منازعت قرآن کے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو اپنی طرف کہینچتے
تہے کہ پڑہین اور قرآن آپکے ذہن سے نکلا جاتا تہا بسبب مقتدیون کی کہس کہسا ہٹ

ہے اور یہی وجہ ممانعت کی تھی لقولہ تعالے و اذا قرئ القرآن الخ لیس اول آپنے
علت ہی قرأۃ مقتدی کی ارشاد فرمائی بعد اوسکے فرمایا کہ لا تفعلوا کہ جس سے ممانعت
قراءت مقتدی کی ثابت ہوگئی اور علت بھی اوسکی معلوم ہوگئی یعنی چونکہ مقتدیوں کا
پڑھنا موجب منازعت کا ہوا اور یہ منازعت حرام ہے اسلیئے مقتدیوں کو امام کے
پیچھے قرآن پڑھنا حرام ہے پھر اس سے فاتحہ کو استثناء فرمایا لقولہ الا بفاتحۃ الکتاب
چونکہ استثنای نہی سے مفید اباحت ہوتا ہے تو یہ معنی ہوئے کہ اگر مقتدی فاتحہ پڑھے
تو مباح ہے اسمیں شبہ ہوتا ہے کہ فاتحہ بھی قرآن ہے اور اوسکے پڑھنے میں بھی منازعت
ہوگی پھر کیا وجہ ہے کہ اسکے پڑھنیکی اجازت دیا جتی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلیل
اباحت بیان فرمائی لقولہ لا صلوٰۃ الخ یعنی کوئی نماز سوا نماز مقتدی کے دنیا میں ایسی نہیں
ہے کہ جسمیں فاتحہ اور مازاد نہو لہذا چونکہ فاتحہ سے بالخصوص کوئی رکعت خالی نہیں تو اوسکی
کثرت تکرار سے مشق و مزاولت اسدرجہ کو پہنچ جاتی ہے کہ اسمیں گنجائش منازعت کی
بہت کم ہوتی ہے بلکہ نہیں ہوتی۔ اسمیں علت منازعت کی گویا مرتفع ہی لہذا یہ مباح ہی اور مازاد الفاتحہ علی
کے ہزارہا صورتین ہیں کہ جنکا حصر و تعداد شمار سے باہر ہے پس اونکی مشق و مزاولت بہت
درجہ کم مزاولت فاتحہ سے ہے اور انمیں منازعت موجود ہے لہذا حکم اباحت فاتحہ کا دیا
گیا پس چونکہ فاتحہ ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے تو بوجہ مزاولت کے منازعت اوسمیں مرتفع ہے
اسلیئے وہ مباح ہوئی اور مازاد چونکہ متعین نہیں ہے اور اوسکی مزاولت بھی کم ہے نسبت مزاولت
فاتحہ کے تو اسمیں منازعت زیادہ ہے اسلیئے وہ ممنوع رہی چنانچہ مشاہد ہے کہ فاتحہ میں کم
کسی حافظ یا عامی کو متشابہ لگا ہوگا بخلاف باقی قرآن کے سورہ آیات کے پس یہ دلیل اباحت
قرأت فاتحہ برای مقتدی ہے اور اس عموم لا صلوٰۃ میں نماز مقتدی داخل نہیں ہے۔
الحمد للہ کہ معنی حدیث کے با حسن وجوہ محقق ہوگئے اور دعوے مدعیان وجوب قرأت
مقتدی اس حدیث سے اصلاً ثابت نہوا اور عبادہ بن الصامت کی روایت اور عمل

سے وجوب فاتحہ ثابت ہوا وہو المراد مگر یہ معاملہ ابتداء ہجرت میں ہوا تہا اسواسطے کہ صحابہ
کا آپ کے پیچھے قرآن پڑہنا چند سال تک آپ پر مخفی ہرگز نہیں ہو سکتا پس اس سے واضح ہے
کہ اوائل ایام ہجرت میں یہ واقعہ ہوا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اباحت اپنے
اجتہاد سے فرمائی تھی بدینوجہ کہ حکم نہی قرأت مقتدی معلل بعلت منازعت ہی اور چونکہ
آپ کو باجتہاد خود یہ معلوم ہوا تھا کہ قرأت فاتحہ باعث منازعت نہیں ہوتی لہذا آپنے
اُسکو بوجہ نپائے جانے علت منازعت کے مستثنی جانا تہا یہ نتہا کہ بعض حکم آیت کو نسخ
فرمایا ہو پس اس فرد حکم آیت کو روایت عبادت سے منسوخ جاننا سخت غلطی ہی نہیں نہیں
بلکہ یہ حدیث تفسیر و تقریر آیت کی ہے سو ابتداء آپ کو معلوم ہوا تہا کہ نہی قرأت معلل ہے
اور قرأت فاتحہ میں علت نہی مرتفع ہی پس آپنے حکم نہی مرتفع فرما کر اوسکی اباحت فرمادی
تھی نہ کہ ایجاب فاتحہ مگر بالآخر بعد تجربہ یہ روشن ہو گیا کہ فاتحہ بہی منازعت سے خالی نہیں ہے
اگرچہ قلیل ہی سہی خصوصاً جبکہ مقتدی کثیر ہوں کیونکہ کثرت اصوات اگرچہ خفیہ ہوں باعث
منازعت ہوجاتی ہیں اور نیز بعض ناواقف جبکہ کسی عالم کو خفیہ طور پر طور پر فاتحہ پڑہتے
دیکہیں گے تو اور قرآن ہی پڑہنے لگیں گے اور پہر وہی منازعت قائم ہو جاویگی تو سداً لباب الفتنہ
اس اباحت کا اُٹہانا ضروری ہوا چنانچہ روایت عمران بن حصین سے یہ امر واضح ہی
وعن عمران بن حصین رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم الظہر فلما انفتل قال ایکم قرأ بسبح
اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل انا قال فقال علمت ان بعضکم خالجنیہا رواہ ابوداؤد
اس روایت سے واضح ہے کہ بعد ممانعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی قرأت مقتدی کو پھر آپکے پیچھے کسی شخص نے ظہر میں سبح اسم پڑہی تو یہ پڑہنا
بجز اس کے نہیں کہ جب بعض صحابہ کو انہوں نے سورہ فاتحہ پڑہتے دیکہا تو انہوں نے
سمجہا کہ امام کے پیچھے قرآن پڑہنا سری نماز میں درست ہے سو اباحت قرأت فاتحہ
موجب اس فہم کا ہوئی۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علت

حرمت قرأت مقتدی کو پھر ذکر فرمایا قد علمت ان بعضکم خالجنیہا سو اس ارشاد
سے سریہ میں بھی قرأت مقتدی کی ممنوع ونہی کی گئی اور معلوم ہوگیا کہ منازعت نماز سریہ
میں پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ خود واضح ہے اسواسطے کہ ہرگاہ امام قرأت
بجہر پڑہتا ہے تو خود امام کی آواز اوس کے کان میں پڑتی ہے اسوجہ سے غیر کی آواز امام کے
کان میں کم پہونچتی ہے اور جب امام آہستہ پڑھیگا تو اپنی آواز کا اثر اوسکے کان بہت کم
پہنچیگا تو اس حالت میں غیروں کی آواز امام کے کان میں زیادہ اثر کریگی اور منازعت زیادہ
ہوگی چنانچہ یہ خود بدیہی ہے تو سریہ میں قرأت مقتدی کی بطریق اولے نہی ہوگی یہی وجہ ہے
کہ فجر کی نماز میں جو مقتدی نے آپکے پیچھے کچھ پڑہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحیر ہوا کہ کیا پڑہا محض
اصوات کا علم ہوا اس لیے آپنے فرمایا ھل تقرؤن اور نماز ظہر میں صاف معلوم ہوگیا کہ سبح
اسم پڑہ رہا ہے یہ اسواسطے تھا کہ آپ کی آواز و قرأت معارض اور مقتدی قاری سبح اسم
کے ہوئی لہذا یہ قرأت سریہ میں زیادہ باعث منازعت ہے تو وہ اولے بالنہی ہوگی بہ نسبت جہریہ
کی اور یہ گمان کرنا کہ اس شخص نے سبح اسم پکار کر پڑہا تہا یہ بہت بعید ہے کہ کسی ادنی شخص سے
بھی مظنون نہیں ہوسکتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ ساکت کھڑے
ہوں اور یہ شخص پکار کر پڑھنا شروع کردے لہذا آخر میں آپنے اس بات کو بھی اٹھا دیا بقولہ
واذا قرئ فانصتوا کہ جسکو سلیمان تیمی نے قتادہ سے ابو موسی اشعری کی حدیث میں روایت کیا ہے
اور ابوہریرہ سے مروی ہے اور ابو موسی اشعری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما عام خیبر میں حاضر ہوئے
ہیں اس سے ظاہر ہے کہ یہ نہی بعد اس اباحت کے ہوئی لہذا قرأت فاتحہ بھی مقتدیوں کو مباح
نہ رہی پس جو لوگ اقرار اباحت کا کرتے ہیں وہ نافی نسخ اباحت کے ہیں اور جو اس اباحت
کے منکر ہیں وہ مثبت اس نسخ کے ہیں اور جب نافی و مثبت جمع ہوتے ہیں تو مثبت کو
ترجیح ہوتی ہے کما ہو المسلم بین العلماء والطلبۃ اذا قرئ فانصتوا کی نسبت جو بعض
محدثین نے کلام کی ہے اوس سے انشاء اللہ تعالی بعد میں بحث کیجائیگی اور نیز عموم

کرنا چاہئے کہ ہر چند امام کو حالت قرأت فاتحہ میں قرأت مقتدی کی موجب منازعت ہو
بسبب کثرت مزاولت فاتحہ کے مگر کیا ضرور ہے کہ قرأت فاتحہ مقتدیوں کی ہمیشہ
حالت قرأت فاتحہ امام میں ہی واقع ہوا کرے بلکہ ہر گاہ کہ سب مقتدیوں کیلئے فاتحہ کی
اجازت ہوگئی تو اکثر مقتدیوں کی فاتحہ بعد قرأت فاتحہ امام کے ہی واقع ہوجاویگی خصوصاً ان
مقتدیوں کی جو بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہیں تو بعد میں اگر شریک ہوئے تو پھر وہی منازعت
قائم ہوجاویگی لہذا سداً للباب الفتنۃ اس اباحۃ کا رفع بھی ضرور ہوا چنانچہ حدیث ابوہریرہ جسکو
ابن اکیمہ لیثی سے روایت کیا ہے سنن ابوداؤد و نسائی میں اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے عن ابن
شہاب عن ابن اکیمۃ اللیثی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف
من صلوۃ جہر فیہا بالقرأۃ فقال هل قرأ معی احد منکم انفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال
انی اقول مالی انازع القران الحدیث اس حدیث میں بیہقی نے اپنی سنن کبری
میں اوزاعی سے بروایت زہری یہ زیادہ روایت کی ہے قال فانتہی الناس مع
رسول اللہ صلعم فی صلوۃ یجہر فیہا بالقران اور بیہقی نے اس روایت کی اس
زیادت میں کوئی کلام نہیں کی اس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے بھی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منازعت ہوئی پس جب آپنے سورہ فاتحہ کو بھی موجب منازعت
قرار دیا تو اسکی بھی ممانعت ثابت ہوگئی اور اس حدیث کے آخر میں یہ جملہ مذکور ہے
فانتہی الناس عن القراءۃ فیما جہر فیہ الامام و فی روایۃ للزہری فاتعظ المسلمون
بذلک فلم یکونوا یقرؤن فیما جہر اس جملہ میں محدثین نے کلام کی ہے بعض نے
اسکو قول ابوہریرہ قرار دیا ہے اور بعض نے کلام زہری۔ بہرحال اگرچہ یہ کلام زہری
کی ہو مگر چونکہ زہری عادل صادق ضابط ثقہ مقبول تمام علماء کا ہے اسکا یہ قول
ہرگز ہرگز کاذب نہیں بلکہ صحیح ہے اور صادق مطابق واقع کے ہے خواہ حضرت
ابوہریرہ سے سنا ہو خواہ کسی دوسرے ثقہ عادل سے بہرحال اس کا امر ثابت اور محقق ہوگیا

کہ تمام صحابہ کرام اس کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالی انازع القرآن سے ممانعت قرأت
خلف الامام نماز جہریہ مین سمجھہ گئے اور سب صحابہ نے مطلق قرأت فاتحہ یا غیر فاتحہ
خلف الامام نماز جہریہ مین بسبب ممنوع ہونیکے چھوڑ دی اور اس فہم ممانعت اور
ترک قرأۃ مطلقہ مین ابوہریرہ بھی شریک مین یہ کوئی عاقل نہ کہیگا کہ سب صحابہ نے
چھوڑ دیا تھا مگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چھوڑا تھا پس اس حدیث سے جیسا سب صحابہ کا
قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا نماز جہریہ مین ممنوع جاننا ثابت ہوتا ہے ابوہریرہ کا بھی قرأۃ فاتحہ
غیرہ فاتحہ کا ممنوع جاننا اس ہی روایت سے ظاہر ہے پس اس حدیث ابوہریرہ سے
ممانعت سورہ فاتحہ بحق مقتدی صراحۃً ثابت ہوئی کہ جس سے عدم وجوب فاتحہ
علی المقتدی ثابت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت ابوہریرہ کی روایت عبادہؓ
سے مؤخر ہے کیونکہ اوسمین اباحت تھی اور اسمین ممانعت ہی اور وہ ابتداء اسلام مین تھی اور یہ بعد
اسلام ابوہریرہ کے اور اس روایت سے یہ بھی محقق ہوگیا کہ وہ روایت جو ابوہریرہ کی وجوب فاتحہ مین آتی ہے
جیساکہ آگے مذکور ہے اسمین نماز مقتدی داخل نہین ہے اور نیز کنز العمال مین بیہقی سے بروایت ابی ہریرہ منقول
ہے قال کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فہی خداج الا صلوۃ خلف الامام ق
فی القراءۃ وضعفہ عن ابی ہریرۃ انتہی ہر چند کہ بیہقی اسکی تضعیف کی ہے مگر
مؤید ہے بروایت سابق جو اوپر لکھی گئی و بحدیث واذا قرء فانصتوا اور بروایت
جابر جسکو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے عن ابی نعیم وہب بن کیسان انہ سمع
جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فلم یصل
الا وراء الامام انتہی اور دیگر احادیث صحاح سے اور جو حدیث ضعیف کہ مؤید باحادیث
صحیحہ ہو جاوے وہ حسب قاعدہ محدثین حسن اور معمول بہ ہو جاتی ہے الحاصل یہ خوب
محقق ہوگیا کہ اباحت قرأۃ فاتحہ جو حدیث عبادہ سے مفہوم ہوئی تھی وہ مرتفع ہو چکی
ہے اب ہم پھر تصریح کرتے ہین کہ حدیث عبادہ ہرگز ناسخ واذا قری القرآن کی نہین بلکہ

مفسر اوسکی ہے اور قرأۃ مقتدی کی مطلقاً بہین علت منازعت جیسا کہ جہریہ مین ممنوع ہے سریہ مین
اوس سے زیادہ مستحق منع ہے - اور جو کچھ خلاف اسکے بعض صحابہ سے منقول ہے ؎ بوجہ عدم علم
ان روایات کے ہے پس یہ روایت مخالف مذہب حنفی اور مخالف آیہ کریمہ نہین واللہ الحمد
المرام حدیث عبادہ بتمامہ وہ ہے کہ جو ترمذی اور ابوداؤد و جزو قرأت مین کہین مجملاً و بغیر بعض
کلمہ اور گاہ بذکر جملہ الفاظ مذکور ہوئی سو اسمین تین مضمون ہین جزو اول بیان واقعہ و بیان علت
حرمت قرأت مقتدی کہ منازعت قرآن ہے اور جزو ثانی بیان حرمت قرأت ما زاد علی الفاتحہ
اور اباحت قرأۃ فاتحہ للمقتدی اور جزو ثالث بیان علت اباحت قرأۃ فاتحہ خلف الامام اور بیان
ایجاب فاتحہ و ما زاد علی غیر المقتدی - پس اہل سنن اور صحاح نے گاہ فقط جزو اول کو بیان کیا اور گاہ
فقط جزو ثانی کو اور گاہ فقط جزو ثالث کو اور ان سب کے بیان مین بھی گاہ بعینہ وہی الفاظ روایت
کئے کہ جو الفاظ اصل حدیث کے ہین اور گاہ بنقل معنی و تغیر الفاظ اصل حدیث کہ یہ بھی جائز ہے
بیان مدعا کیا اور بعض مرتبہ نقل بالمعنی مین ایسے الفاظ ذکر کئے کہ اگرچہ بنظر فقیہانہ اصل مضمون
حدیث مین تغیر نہین ہوا مگر بنظر سرسری بالضرور خلاف مقصود سمجھا گیا مثلاً اباحت کی جگہ وجوب
سمجھا گیا اور عموم کلمہ لاصلوٰۃ مین مقتدی بھی داخل جانا گیا اور یہ ہر دو امر اصل الفاظ حدیث سے
ہرگز مستفاد نہین ہو سکتے بدین وجہ ہر چند کہ حدیث کے معنی واحد ہین مگر باعتبار الفاظ کے وہی
معنی اصلی سمجھے کہ جو اصل الفاظ حدیث مین ہین ورنہ یہ ہرگز نہین ہو سکتا کہ حدیث واحد اور معنی
اس سے متضاد پیدا ہو جاوین لہذا اہل علم و فہم کو اوسکی رعایت ضرور ہے اگر بندہ ان سب
الفاظ روایات کو جمع کرے تو بہت طول ہو جاتا ہے لہذا ہر اہل علم کو متنبہ کئے دیتا ہوں کہ اصل حدیث
بتمامہ صحاح مین مذکور ہے اُس کے معنی سمجھکر جملہ روایات اس حدیث کو مطول و مختصر جزو و کل مروی
بمعناہ و بالفاظ المختلفہ کو ایک معنی پر نازل فرمادیں تاکہ اشکال اختلافات روایات مین مبتلا ہو جاوین
اور یہی وجہ ہوئی کہ اکثر علماء کو اصل مضمون کے فہم مین تردد اور اختلاف ہوا اور یہی حال
دیگر روایات مین بھی مرعی رہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم ؎

تیسری دلیل موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کی حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی ہے جسکو سنن ابن ماجہ مین باین الفاظ نقل فرمایا ہی عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل صلوۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب فہی خداج اور بخاری نے جزو قرأت مین اس حدیث کو اسی سند سے جو ابن ماجہ مین مذکور ہے بدین الفاظ نقل کیا ہے قالت سمعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوۃ لم یقرء فیہا بام القران فہی خداج ثم ھی خداج پس یہ ہر دو حدیث فی الحقیقۃ ایک حدیث ہین بسبب جواز نقل الروایت بالمعنی کے دو الفاظ سے مروی ہوئی ہے ورنہ حدیث واحد ہے گو اسکو بحسب اصطلاح محدثین دو حدیثین شمار کرین مگر حدیث کے عموم صلوۃ مین نماز مقتدی داخل نہین اولاً بوجہ اس حدیث ابو ہریرہ کے کہ سابقاً لکھی گئی کہ رسول اللہ صلعم نے قرأت فاتحہ کو بھی موجب منازعت فرمایا اور سب صحابہ نے ترک کر دیا سو جو امر موجب منازعت کہ علت تحریم اور صحابہ کا ترک کیا ہوا ہے کیونکر واجب اور رکن ہو سکتا ہے **ثانیاً** حدیث صحیح قصہ ابو بکرہ کی جسکو بخاری نے اپنے صحیح مین روایت کیا ہے اوس سے صاف واضح ہے کہ فاتحہ مقتدی پر ہرگز واجب نہین روی البخاری عن الحسن عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالی عنہ انہ انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصاً ولا تعد انتہی اب جائے غور ہے کہ اگر مقتدی پر قرأت فاتحہ واجب ہوتی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیون انکو حکم اعادہ نماز نفرماتے اور یہ عذر جو بعض علماء نے کیا ہے کہ یہ امر خصوصیات ابی بکرہ سے ہے جائے تعجب ہے کیونکہ یہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمرو اور عبد اللہ بن زبیر اور عبد اللہ بن مسعود سے منقول ہے بیہقی مین ہے ان ابا بکر الصدیق و زید بن ثابت دخلا المسجد و الامام راکع فرکعا ثم دبا و ہما راکعان حتی لحقا بالصف و فی البیہقی ایضا عن زید بن ثابت قال

خرجت مع عبد اللہ یعنی ابن مسعود من دارہ الی المسجد فلما توسطنا المسجد راکع
الامام فکبر عبد اللہ وراکع ورکعت معہ ثم مشینا راکعین حتی انتھینا الی الصف
حین رفع القوم رؤسھم فلما قضی الامام الصلوٰۃ قمت وانا اری انی لم
ادرک فاخذ عبد اللہ بیدی واجلسنی ثم قال انک قد ادرکت ۱۲ باب من رکع دون
الصف ثالثاً حدیث بیہقی جسکو وہ سنن کبریٰ مین روایت کرتے ہین۔ قال شعیب عن
عبد العزیز ابن رفیع الذی عن رجل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جئتم
والامام راکع فارکعوا وان ساجدا فاسجدوا ولا تعتدوا بالسجود اذا لم یکن معہ الرکوع
صاف دلیل ہے کہ مدرک رکوع مع الامام مدرک رکعۃ ہوتا ہے عام ہے کہ فاتحہ
پڑھے یا نہ پڑھے رابعاً حدیث عائشہ صدیقہ مین ابن عدی نے اپنے کامل مین زیادہ لفظ
آمین کی ثابت کی ہے بدین الفاظ کل صلوٰۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وآمین فھی خداج
اور ابن عساکر نے بعینہ انہین الفاظ سے روایت کیا ہے پس بدین وجوہ چہارگانہ ہرگز
صلوٰۃ مقتدی اس عموم صلوٰۃ حدیث عائشہ مین داخل نہین ہوسکتی اور پہلی حدیث عبادہ
بن صامت رضی اللہ عنہ مین محقق ہو چکا ہے کہ مازاد علی الفاتحہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مقتدی پر حرام فرما چکے لہذا اس عموم صلوٰۃ حدیث عائشہ مین صلوٰۃ مقتدی داخل نہین
ہوسکتی چنانچہ بیہقی نے سنن کبریٰ مین لکھا ہے عن عاصم بن ذکوان عن عائشۃ وعن
ابی ھریرۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ وراء الامام اذا لم یجھر وفی البیہقی عن ابی صالح
عن ابی ھریرۃ وعائشۃ انھما کانا یامران بالقراءۃ فی الظھر والعصر فی الرکعتین الاولیین
بفاتحۃ الکتاب اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہریہ مین حضرت عائشہ صدیقہ مانع قراءۃ
خلف الامام تھین یا بوجہ حدیث ابن اکیمہ کے کہ اسمین فانتھی الناس عن القراءۃ
وارد ہے کہ جملہ صحابہ مین آپ بھی داخل ہین یا بوجہ اسکے کے واذا قری القرآن فاستمعوا وارد ہے لیس
بہرحال نماز جہریہ حضرت عائشہ کے نزدیک بھی اس عموم صلوٰۃ مین داخل نہین اور امر

قرأت سریہ مین بوجہ اسکے تھا کہ ان کے نزدیک نماز سریہ مقتدی کی عموم صلوۃ اس حدیث مین داخل ہے یا بوجہ دیگر اور یہ امر قراۃ وجوبًا یا استحسانًا انکی رائے ہے اگرچہ احادیث صحاح خلاف ہے چنانچہ یہ امر تو بریہ حدیث عبادہ سے واضح ہے کہ قراۃ سریہ مین منازعت قرآن حدیث عمران بن حصین سے صاف روشن ہے اور وقوع منازعۃ قرأت فاتحہ وما زاد مین دیگر روایات سے واضح ہے پس اس حدیث سے بھی اثبات وجوب فاتحہ علی المقتدی پر حجت لانا بیکار اور غیر صحیح ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چوتھی دلیل روایت عبداللہ بن عمرو ہے جو کہ عمرو بن شعیب مین اس سے حجۃ لائی جاتی ہے جسکی الفاظ ابن ماجہ مین یہ ہین عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل صلوۃ لا یقرء فیہا بفاتحۃ الکتاب فہی خداج خداج اور جزو قرأت مین بھی ایک روایت مین اس حدیث کو بعینہ الفاظ نقل کیا ہے اور اس حدیث سے بھی مدعا موجبین فاتحہ علی المقتدی کا ہرگز ثابت نہین ہوسکتا کیونکہ یہ متن بعینہ وہی حدیث ہے کہ جو حضرت عائیشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی لہذا اسکے عموم صلوۃ مین بھی صلوۃ مقتدی داخل نہین بوجوہ مذکورہ دربیان حدیث عائیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اگرچہ زیادت لفظ ایمین کی اس حدیث مین نہین مگر جبکہ یہ متن حدیث بعینہ وہی حدیث ہے کہ جسکو حضرت عائیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا ہے تو جبکہ اسمین زیادت ایمین کی ثابت ہوگئی تو وہ زیادت اسمین بھی ثابت ہوئی کیونکہ ایک راوی کی بعض ثقہ لاغدہ کی زیادت معتبر ہے تو ایسا ہی جب ایک حدیث مین ایک صحابی سے کچھ زیادت ثابت ہو جاویگی تو وہ زیادت دوسرے صحابی کی بھی روایت مین ثابت ہو جاویگی بلا فرق لہذا اس حدیث کو بھی موجبین سند دلال مین پیش کرنا بیہودہ ہے اور موجبین قراۃ فاتحہ خلف الامام نزدیک تو عموما حدیث مطلق مقید پر محمول کیجاتی ہے اگرچہ دو حدیث ہون اور یہان تو ہر دو ایک حدیث ہین اور ظاہر یہ ہے کہ عموم فانتہی الناس وارد حدیث ابن اکیمہ عبداللہ بن عمرو کو بھی متناول ہے کیونکہ وہ

بھی صحابی تھے فقط واللہ تعالیٰ اعلم +

پانچوین دلیل حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جسکے الفاظ صحیح مسلم مین یہ ہین عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی صلوۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فھی خداج ثلثا غیر تمام اور جزو قرأت مین یہ روایت ان الفاظ سے بھی مذکور ہے عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام القرآن فھی خداج غیر تمام یہ حدیث بعینہ وہی روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہے اور بوجوہ اربعہ مذکورہ حدیث عائشہ نماز مقتدی اسمین داخل نہوگی اور وہ زیادت آیتین کی اس روایت ابوہریرہ مین بھی ثابت ہوگی جیسا کہ روایت عمرو بن شعیب مین ثابت ہوگی کیونکہ یہ سب احادیث گویا ایک ہی روایت ہین پس جب اوسکی ایک طریق مین زیادت ثابت ہوگی تو سب طرق مین ثابت ہوگی پس اس حدیث کے عموم صلوۃ مین صلوۃ مقتدی ہرگز داخل نہین اور ابوہریرہ کے نزدیک بھی نماز مقتدی اس عموم مین داخل نہین صلوۃ جہریہ کا خروج تو خود روایت ابوہریرہ سے واضح ہے کہ بوجہ مزاحمت قراءۃ فاتحہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالی انازع القرآن اور سب صحابہ نے مع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قراءۃ فاتحہ خلف الامام کو چھوڑ دیا تہا اور قرأت مقتدی جہریہ مین ابوہریرہ کے نزدیک ممنوع ہوگئی تو پھر اس حدیث مین حضرت ابوہریرہ اُسکو کیونکر داخل سمجھ سکتے ہین اور حدیث عائشہ مین سنن کبرے بیہقی سے منقول ہوگیا کہ ابوہریرہ غیر جہریہ مین قراءۃ فاتحہ کا امر کرتے تہے جس سے معلوم ہوا کہ جہریہ مین امر نکرتے تہے اور سریہ مین جو امر قرأت تہا وہ استحبابًا تھا نہ وجوبًا بدلیل اس حدیث کے رسالہ کنز العمال سے منقول ہوچکی کل صلوۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فھی خداج الا صلوۃ خلف الامام کہ اس حدیث مین مطلقًا قراءۃ فاتحہ خلف الامام کو نفی کردیا ہے اور سنن کبری مین امام مالک سے یون نقل کیا ہے قال مالک بلغہ ان اباھریرۃ کان یقول من ادرک الرکعۃ فقد ادرک السجدۃ ومن فاتہ قراءۃ ام القرآن فقد فاتہ

خیر کثیر اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابوہریرہ کے نزدیک بدون فاتحہ کے مطلق صلوٰۃ تمام
ہو جاتی ہے مگر ہان فاتحہ کے نہ پڑھنے سے ثواب کم ہو جاتا ہے یہ خود دلیل استحباب کی ہے
الحاصل ابوہریرہ کے نزدیک مطلقاً کسی صلوٰۃ مین فاتحہ واجب نہین بلکہ جہریہ مین
ممنوع اور سریہ مین مستحب ہے ابوہریرہ اس حدیث مین صلوٰۃ مقتدی کو کس طرح داخل کر سکتے ہین اور
ابوہریرہ جیسے سے کیسے ہو سکتا ہے کہ کہین قرأت فاتحہ کو ممنوع فرماوین اور کہین واجب مگر علماء حدیث نے
اس حدیث کے ظاہر کو دیکھکر یہ سمجھ لیا کہ ابوہریرہ کے نزدیک نماز مقتدی اوسمین داخل ہی اور
اقوال ابوہریرہ جنسے کہ عدم وجوب ظاہر ہوتا ہے اسکی طرف خیال نفرمایا لہذا جو کچھ اس حدیث سے
اہل ظاہر نے سمجھا اسکی ہم تقریر کرتے ہین کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جسوقت یہ حدیث مرفوع پڑہی اور
اس سے ثابت کیا کہ مقتدی پر قرأت فاتحہ ہر نماز مین واجب ہے تو اُن سے کہا گیا کہ ہم احیاناً امام کے پیچھے
بہی ہوتے ہین تو وہان قرأۃ کیسے پڑہین تو قرأت مقتدی اس وجوب مین کیونکر داخل ہو سکتی ہین
تو ابوہریرہ نے فرمایا کہ تو اپنے دل ہی دل مین فاتحہ کو پڑھ لے کیونکہ قرأت فاتحہ مقتدی پر واجب ہے
بدلیل اس حدیث تقسیم کے کہ اس مین لفظ صلوٰۃ کا فاتحہ پر بولا ہے جہان فاتحہ نہوگی وہان نماز بہی نہوگی الخ
اب ہم عرض کرتے ہین کہ یہ معنی صحیح ہین تو مدار اس ایجاب کا اس اطلاق لفظ صلوٰۃ پر ہے
سو ابوہریرہ نے اپنے قیاس سے ادخال صلوٰۃ مقتدی کا عموم صلوٰۃ حدیث مین فرمایا مگر یہ قیاس
مخالف نص صریح صحیح کے ہے اور جو قیاس مخالف نص صریح کے ہو وہ معتبر نہین ہوتا سو دیکھو حدیث
ابوبکرہ مین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود نہونے فاتحہ کے نماز ابوبکرہ کو صحیح رکھا اور جہریہ مین
قرأت فاتحہ پر مالی انازع فرمایا جس سے مخالفت صاف ظاہر ہے اور حدیث بیہقی مین باوجود نہونے
فاتحہ کے ادراک رکوع پر مطلقاً ادراک رکعۃ کا حکم فرمایا یہ سب شرح حدیث عائشہ مین گذر چکا ہے
پس بمقابلہ ان احادیث کے یہ قیاس کیونکر معتبر ہو سکتا ہے بہر حال اگر رائے ابوہریرہ کی یہی تہی
جو اہل ظاہر سمجھے تو اس قیاس ابوہریرہ سے ہرگز انکا مدعا ثابت نہین ہوتا اور نماز مقتدی اس
مین داخل نہین ہو سکتی واللہ تعالیٰ اعلم

اب بندہ عرض کرتا ہے کہ تمام ممالک اور اہل السنہ مختلفہ مین اور معاملات دین و دنیا مین شایع و ذایع ہے جب کسی مجلس و مجمع مین کوئی کلام ہوتی ہے تو بعض کلام مین اگرچہ مجمل ہو یا مطول کلام ماسبق و مالحق یا قراین حال سے یا تقدم و تاخر الفاظ سے یا لب و لہجہ یا حرکت چشم و سر و دست ایسے ہوتے ہین کہ مراد متکلم کی اُنکے ذریعہ سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے اگرچہ الفاظ دوسرے معنی کو بھی محتمل ہون اور پھر جب وہ کلام تحریری یا زبانی نقل کیجاتی ہے اور اُن قراین مین سے بعض یا کل محذوف ہو جاتے ہین تو اس وقت اسی کلام سے مراد متکلم کی مخفی ہو جاتی ہے اور معنی غیر مراد متکلم متبادر ہو جاتی ہین تو ایسے خیال ہین سامعین دوسری مجلس کے اوس کلام کے وہ معنی معین کر لیتے ہین کہ جو مراد متکلم کی نہتی مگر حاضرین مجلس اول اور وہ لوگ جو حاضرین مجلس اول سے سنے ہوئے تھے وہ مراد متکلم اور اوسکے معنی حقیقی اور واقعی جانتے ہین اور دوسرے معنون کو جو متبادر ہین غلط سمجھتے ہین بلکہ حاضرین مجلس اول بھی جنکو قراین سے ذہول ہوا ہے وہ معنی غیر مراد متکلم کو سمجھ جاتے ہین اور یہ قاعدہ نہایت کارآمد اور نہایت صحیح ہے اور نظایر اسکے احادیث مین بہت موجود ہین اور اس قاعدہ کے ذہول سے بہت اختلافات علماء مین پیدا ہو گئے ہین اب بندہ دو نظیرین پیش کرتا ہے اول خود حدیث عبادہ کہ اگر ساری حدیث کو اول سے آخر تک دیکھئے تو اُسکی ایک مراد متعین معلوم ہوتی ہے کہ جسکی بندہ اول تقریر کر چکا بعد اوسکے جب رواۃ حدیث نے جز و آخر حدیث کا حسب مدعائے خود جدا کر کے بحذف بعض کلمات روایت کیا قولہ لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب تو اُسکے دوسرے معنی متبادر ہو گئے کہ جسکی بندہ شرح کر چکا ہے اور محققین علماء جو اس روایت کو محققین سے سنے ہوئے تھے انہون نے بلحاظ قولہ علیہ السلام کا تفعلوا و قولہ مالی انازع القرآن اوسی معنون پر جزم کیا کہ جو ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہا اور جو کچھ معنی بحذف ماسبق و مالحق متبادر ہو گئے تہے اُسپر توجہ نکی دوسری نظیر اذان ابو محذورہ کی نسائی مین اسکا قصہ مذکور ہے کہ ابو محذورہ نے مع دیگر ا تیتے ہمراہیون کے جب اذان کا استہزا کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو پکڑ بلایا اور سوائے ابو محذورہ کے سب کو چھوڑ دیا اور اُن

سے اذان کہلائی تو ابو محذورہ خود کہتے ہین کہ چونکہ مجھکو تکلم شہادتین سے کراہتہ تھی تو شہادتین کو ہین نے دبی زبان سے کہا اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو شدت سے فرمایا کہ ارفع صوتک تو مین نے آپکے کہنے سے رفع صوت کیا تو حاضرین واقعہ کو جو کہ اذان مقررہ سنے ہوئے تھے معلوم ہو گیا کہ یہ تکرار برفع صوت واسطے کراہیتہ قلبی ابو محذورہ کے اور واسطے رفع کفر ابو محذورہ کے تہا نہ یہ کہ تکرار کو سنت اذان مقرر فرمایا ہو مگر ابو محذورہ اس نکتہ کو نہ سمجھے اس واقعہ کو نسائی نے مشرح بیان کیا ہے کہ جس سے یہ امر واضح ہو گیا اور بعض دیگر نے مختصراً بیان کیا لہذا اونکی تلامذہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ تکرار شہادتین سنت اذان ہے پس یہ واقعہ حدیث ابو ہریرہ کا بھی ایسا ہی ہے یون معلوم ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم کہ اس مجلس ابو ہریرہ مین مسئلہ قرأت فاتحہ کا مذاکرہ تہا اور ابو ہریرہ نے اول یہ ارشاد کیا کہ کسی نے کسی وقت نماز جہریہ مین خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحہ پڑہی تہی اور اسپر آپنے مالی انازع القرآن فرمایا تھا جس سے صحابہ ممانعت فاتحہ خلف الامام کی نماز جہریہ مین سمجھ گئے تہے لہذا جہریہ مین فاتحہ مقتدی کو ممنوع ہے بسبب منازعتہ کے اور سریہ مین مستحب مگر منفرد اور امام کو واجب ہے لقولہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی صلوۃ لم یقرء فیہا الحدیث پس جب ابو ہریرہ اپنی کلام تمام کر چکے تو ابو السائب نے اس حدیث کے بارہ مین کوئی گفتگو نہین کی بلکہ کلام سابق مین جو سریہ مین ابو ہریرہ استحباب قرأت فاتحہ مقتدی کی قائل ہوئے تہے یا یہ کہئے کہ اوسوقت یہ کلام نہتی بلکہ ابو السائب اس مذہب ابو ہریرہ کو پہلے سے سنے ہوئے تہے بوقت ذکر اس حدیث کے اسکی تحقیق مناسب سمجھی تو ابو السائب نے عرض کیا کہ یا حضرت نماز سریہ مین ہم احیاناً امام کے پیچھے ہوتے ہین اور سبب ارشاد آپکے اگر ہم فاتحہ سریہ مین پڑہین گے تو یہان بہی وہی منازعت پیش آویگی جو جہریہ مین پیش آتی ہین بلکہ جہریہ سے بہی زائد تو اسکا جواب ابو ہریرہ نے دیا کہ اپنے دل دل مین پڑھ لے ایسی صورت سے کیون پڑہے کہ منازعت قائم ہو اور پھر اس اشکال کو دفع کیا کہ آپ ہمین اسقدر کنج و کاؤ کیون فرماتے ہین کہ استحباباً پڑہنے کی تاکید فرماتے ہین حالانکہ جہریہ مین آپ ابھی ممانعت فرماتے ہین کہ مین اسلئے تاکید استحباب کرتا ہون کہ حقتعالی نے فاتحہ کو صلوۃ فرمایا اور اسکی تقسیم اپنے اور بندہ پر بالمناصفہ فرمائی اور اسکی شرح کی کہ

لقول عبدی کہ نا لقول عبدی کہنا جس سے صاف روشن ہے کہ فاتحہ کے پڑھنے مین خیر کثیر ہے ہر چند
کہ امام کی ہی پڑھنے مین نفع ہے مگر بلا واسطہ خود پڑھنے مین زیادہ منفعت ہے اور اگر جہریہ مین ممانعت
صریح نہ ہوتی تو وہان بھی استحباب ہوتا مگر بسبب مخالفت شارع علیہ السلام کے وہان ہم جرأت نہین کر سکتے
واللہ اعلم پھر اوا ابو ہریرہ کی ہے نہ اونکے نزدیک قراءۃ مقتدی کی اس حدیث مین داخل ہے اور نہ
ابو السائب نے بوجہ اس غرض کے اونپر اعتراض کیا اور ابو ہریرہ نے نماز مقتدی کو اسمین داخل کیا بلکہ دوسرا
ہی مذاکرہ تھا پس اس صورت مین کوئی مخالفت نہ قول ابو ہریرہ کی حدیث سے پیدا ہوتی ہے نہ باہم اقوال
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ متعارض ہین ۔ مگر اس طرف ہمارے علماء احناف نے توجہ نفرمائی کیونکہ اونکے
پاس اونکے مطلب کے واسطے اور بہت سی احادیث موجود ہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال
اب غور کرنا چاہئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب حکم واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وانصتوا الخ قراءۃ مقتدی کو مطلقاً ممنوع فرما چکے تھے اور تا آخر اسی حکم کو قائم و برقرار رکھا مدینہ طیبہ مین
اگر جب مقتدیون کا پڑھنا آپ کو معلوم ہوا تو اوسوقت بھی حسب حکم آیت قرأت قرآن سے سکوت
فرما دیا مگر فاتحہ کی بوجہ عدم قلت منازعت اباحت فرما دی تھی مگر پھر آخر مین اس اباحت کو بھی اٹھا دیا
تھا چنانچہ حدیث عبادہ بن الصامت مین اسکی تحقیق ہو چکی ہے مگر آپ کو اس امر کا انتظام کرنا ضروری
تھا کہ آیت فاقرؤا ما تیسر من القرآن سے مبادا کسیکو یہ خیال گزرے کہ نفس قرأت قرآن کمال نماز مین
کافی ہے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ جب مصلی نے کسی جگہ سے کوئی آیت قرآن کی پڑھدی تو وہ امر فاقرؤا ما
تیسر من القرآن کا عامل ہو گیا کوئی تخصیص تکمیل نماز مین سورہ فاتحہ کی نہین کیونکہ آیت مطلق ہے
اور جب مطلق کے کسی فرد پر عامل ہو گیا تو فرض ادا ہو گیا سو ہر چند کہ یہ فہم ادای فرض مین صحیح ہے مگر
تکمیل نماز بدون فاتحہ کے نہین ہو سکی سو آپکو اس تکمیل کا اظہار مقصود تھا - دوسرے یہ کہ کسیکو خیال
گزرے کہ نفس فاتحہ تو ضروری ہے مگر تکمیل نماز مین زائد علی الفاتحہ کی حاجت نہین چنانچہ یہ امر حدیث
مین پایا گیا خود حضرت ابو ہریرہ کی ہی اس روایت سے کہ جزء قرأت مین ہے عن عطاء عن ابی ہریرۃ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال یجزی بفاتحۃ الکتاب وان زاد فہو خیر اور اسیکے بعض مسید ہوتی

مین یہ الفاظ ہین وان نماد فہو افضل اس روایت سے بعض علماء کو یہ شبہہ ہوگیا کہ فاتحہ تو رکن نماز ہے مگر مازاد علی الفاتحہ رکن نہین حالانکہ ابوہریرہ کی روایت مین خلاف اسکا موجود ہے چنانچہ حدیث منادی آگے آتی ہے اور سنن ابوداؤد مین حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ قال کان الحسن یقرء فی الظہر والعصر اماما وغیر امام بفاتحۃ الکتاب ویسبح ویکبر ویہلل قدر قاف والذاریات انتہی اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم صلوٰۃ کی وجہ سے کہ اسمین مازاد کا ذکر نہین ہے انکو بھی شبہہ ہوا پس اس فعل حسن کے دو احتمال ہین یا یہ کہ نفس قرأت کو تکمیل نماز کے لئے کافی سمجھتے تہے فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ یا یہ کہ تخصیص فاتحہ کی بھی اور باقی کی ضرورت نہ سمجھتے تہے پس اس امر کے ایجاب واظہار کیلئے یہ ہر سہ احادیث مذکورہ اور امثال انکے باربار ارشاد فرماتے ہے کبھی ایک حدیث مین دونو کا ذکر تھا اور گاہ گاہ حسب اقتضاء وقت ایک کا تھا کسی وقتمین فاتحہ اور مازاد دونو کا ذکر فرمایا اور کبھی وقتمین فقط فاتحہ کو اور چونکہ امر فاتحہ زیادہ اہم تھا اسلئے فقط اسکو اکثر فرماتے تہے لہذا بعض علماء کو یہ شبہہ ہوگیا کہ فاتحہ کل صلوٰتون مین واجب ہے اور نماز مقتدی اسمین داخل ہے حالانکہ جسمین روایت مین مازاد کا ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوگیا کہ اس عموم مین نماز مقتدی داخل نہین۔

چھٹی حجت موجبین فاتحہ خلف الامام کی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جسکو ابوداؤد نے اپنی سنن مین اور بخاری نے جزو قراءت مین نقل کیا ہے قال ابوھریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال لی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخرج فناد فی المدینۃ انہ لاصلوٰۃ الا بقراءۃ بفاتحۃ الکتاب فمازاد مگر اس حدیث سے بھی وجوب فاتحہ علی المقتدی ثابت نہین ہوسکتا اس واسطے کہ اسمین مازاد کو بھی واجب فرمایا ہے اور مازاد کی ممانعت مقتدیون کو خود قرآن وحدیث سے اوپر ثابت ہوچکی ہے اور غرض اس نداء سے اوسی امر کا اشتہار تھا جو اوپر مذکور ہوچکا اور لاصلوٰۃ مین اونہی ہی صلوٰۃ مراد ہے جن پر قرأت فرض ہے یعنی امام ومنفرد واللہ اعلم

ساتوین حجت موجبین کی روایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے اور جزو قرأت وابوداؤد وغیرہ مین ہے قال امرنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وماتیسر۔ ظاہر ہے کہ اسمین

بھی مقتدی داخل نہین ہے بہین وجوہ کہ سابقاً مذکور ہوئین اور جب ماتیسر مقتدی پر محظور کیا گیا ہے تو
یہان ماموری ہی لوگ ہین کہ جنپر قرات واجب ہے یعنی امام و منفرد واللہ تعالیٰ اعلم

آٹھوین حجۃ موجبین قرات مقتدی کی حدیث ابوقلابہ کی محمد بن ابی عائشہ سے ہی جسکے الفاظ
تلخیص الحبیر مین مسند امام احمد سے یہ ہین محمد بن ابی عائشہ عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قال قال رسول اللہ صلعم لعلکم تقرءون والامام یقرء قالوا انا لنفعل قال لا الا ان
یقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب اسنادہ حسن رواہ ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابہ عن
انس اور اس کے الفاظ جزء قرأت مین یہ ہین عن ابی قلابۃ عن محمد ابی عائشہ عمن شہد ذاک
قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی صلوتہ قال اتقرءون والامام یقرء قالوا انا نفعل
قال فلا تفعلوا الا ان یقرء احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ انتہی اس حدیث سے (خواہ یہ واقعہ
وہی ہو جو حدیث عبادہ مین مذکور ہوا یا دوسرا واقعہ ہو) ممانعت مازاد علی الفاتحہ کی اور اباحت فاتحہ کی
ثابت ہوتی ہے کیونکہ استثناء نہی سے مفید اباحت ہوتا ہے نہ مفید وجوب چنانچہ اسکی تحقیق حدیث
عبادہ مین ہو چکی ۔

نوین حجت حدیث ابوقلابہ ہے جو انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جزء قرأت مین اور ابن
حبان نے اسکو حدیث سابق کے ساتھ ذکر کیا ہے سو یہ دونون حدیث واحد ہین کہ دونون طریق سے منقول
ہوئین اور یہی وجہ ہے کہ صاحب تلخیص حبیر نے پہلے روایت نقل کرکے دوسری روایت کے فقط
لفظ سند کے ذکر کر دئے ہین متن حدیث کو ذکر نہین کیا الغرض باعتبار متن کے دونون حدیث واحد ہین
اور اس کے الفاظ جزء قرأت مین یہ ہین عن ایوب عن ابی قلابہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی باصحابہ فلما قضی صلوتہ اقبل علیہم بوجہہ فقال اتقرءون فی صلوتکم والامام
یقرء فسکتوا فقالہا ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل قال فلا تفعلوا و لیقرء احدکم بفاتحۃ
الکتاب فی نفسہ اس حدیث مین راوی نے بجای الا کلمہ استثنائیہ کے ولیقرء بلفظ امر روایت
کیا ہے جس کے ظاہر سے وجوب مفہوم ہوتا ہے لیکن واضح ہو کہ لفظ لیقرء یہان بمعنی امر اباحت کے ہے راوی نے

اباحت کو سمجھا اور اس لفظ سے بیان کر دیا اور ممکن ہے کہ راوی نے وجوب ہی سمجھا اور نقل بالمعنی مین یہ تصرف کیا اور حدیث عبادہ مین بھی مثل اسکی واقع ہوا ہے چنانچہ طبرانی نے معجم کبیر مین حدیث عبادہ کو بدین لفظ روایت کیا ہے عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من صلی خلف الامام فلیقرأ بفاتحۃ الکتاب پس دیکھو کہ تمام روایات کثیرہ عبادہ مین یہ روایت بلفظ استثناء واقع ہوئی ہے اور اسجگہ بجائے الّا کے فلیقرأ بھی ایک راوی نے کہا ہے پس ایسا ہی اس حدیث انس رضی اللہ عنہ مین اوپر کی روایت مین ابوقلابہ یا کسی اور راوی نے لفظ الّا کا ذکر کیا ہے اور یہان ابوقلابہ کی روایت مین فلیقرأ مذکور ہے لہذا اس لفظ سے ایسی حالت مین ہرگز وجوب ثابت نہین ہو سکتا بلکہ وہی اباحت جو لفظ الّا سے سمجھی جاتی ہے اس سے بھی سمجھی جاویگی اور ظاہر یہ ہے کہ یہ وہی واقعہ ہے جسکو حدیث عبادہ مین بیان کیا گیا ہے مگر یہان مختصر بیان کیا گیا ہے ہرچند کہ اس روایت کو جزو قرأت مین نقل کیا گیا ہے اور ابن حبان نے دونو طریقون کو محفوظ کہا ہے مگر بیہقی نے اس دوسرے طریق کی تضعیف کی ہے چنانچہ تلخیص حبیر مین ہے ورواہ ابن حبان من طریق ایوب عن ابی قلابہ عن انس وزعم ان الطریقین محفوظان وخالفہ البیہقی فقال ان طریق ابی قلابہ عن انس لیست بمحفوظۃ انتہی واللہ اعلم

دسوین حجۃ حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو بیہقی نے نقل کی ہے انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقرأ خلف الامام فصلوٰتہ خداج اور یہ حدیث عمدہ دلیل موجبین فاتحہ خلف الامام کی ہے مگر واضح ہو کہ اس حدیث مین بظاہر عبارت اتنا ہی ثابت ہوا کہ خلف الامام مطلق قرأت فرض ہے خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ کوئی خصوصیت فاتحہ کی نہین اگر مقتدی سوا فاتحہ کے کوئی آیۃ قرآن کی پڑھ لیگا تو بھی نماز تام ہو جاویگی سو اولاً یہ امر حدیث عبادہ سے مخالف ہے کہ اسمین مقتدی پر ما زاد علی الفاتحہ کو منع فرمایا ہے ثانیاً یہ امر آپ موجبین کے بھی خلاف ہے کہ انکے نزدیک بالتخصیص فاتحہ کا وجوب ہے نہ مطلق قرآن کا پس اسکو تمسک کی کوئی وجہ حاصل نہین ہو سکتی لہذا اس حدیث سے تمسک لانا درست نہین ہو اب اصل حال اس حدیث کا سننا چاہیے کہ اس حدیث ابی امامہ کے وہ الفاظ نہین کہ جو بیہقی نے ابو امامہ سے نقل کیے ہین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب فہی خداج غیر تمام اور یہ وہی حدیث ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ابن ماجہ اور جزو قرأت مین منقول ہوئی ہے جسکو حجت ثالثہ کے بیان مین اسکی تقریر کی گئی ہے

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص نے بھی اُسکو روایت کی جو حجۃ رابعہ مین گذرا اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی جو حجۃ خامسہ مین ذکر ہو چکا بس چونکہ یہ وہی حدیث ہے کہ جسکی پہلی بحث ہو چکی ہے اور ابن عدی نے اپنے کامل مین زیادت لفظ آیتین کی نقل فرمادی ہے لہذا اس حدیث سے بھی یہی محقق ہو گیا کہ یہ حدیث درباب امام و منفرد ہے نماز مقتدی اسمین داخل نہین ہے چنانچہ پہلے تقریر ہو چکی مگر چونکہ بعض رواۃ ابو امامہ نے اپنے فہم سے نماز مقتدی کو اسمین داخل سمجھا تو نقل معنی اُسکو بدین الفاظ نقل کیا اور نماز مقتدی کو اس کلیہ مین داخل جانکر اور اسکا حکم اپنے فہم کے موافق اس کلیہ سے استنباط فرماکر ان الفاظ سے ادا کیا لہذا یہ الفاظ حجۃ موجبین کے نہین ہو سکتے کہ یہ فہم راوی کا ہے نہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ممکن ہے بلکہ غالب یہی ہے کہ اس حدیث مین مقتدی مسبوق مراد ہے تو یہ معنی ہوئے کہ جو مسبوق کہ بعد تمامی نماز امام کے اپنی قضاءات مین قرأت نہ پڑھے نہ فاتحہ نہ غیر فاتحہ تو اُسکی نماز درست نہو گی تو خلف الامام کے یہ معنے نہین ہین کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو بلکہ معنے یہ ہین کہ خلف القضاء صلوۃ الامام جب وہ اپنی نماز کو پورا کرنے کھڑا ہو تو اسمین قرأت فاتحہ ما زاد اوسپر واجب ہے اور یہ حکم متفق علیہ ائمہ کا ہے بہرحال اسمین موجبین قرأت فاتحہ خلف الامام کی کوئی حجۃ نہین اور اسطرح کی نقل بالمعنی بتغیر الفاظ شائع ذائع ہے چنانچہ خود حدیث عبادہ مین اس قسم کے تغیرات واقع ہین ✤

یہ نصوص ہین کہ جنکو مدعیان عمل بالحدیث حجج قطعیۃ الثبوت قطعیۃ الدلالۃ فرماتے ہین اور سوائے ان کے اور چند روایات بھی ہین جو انکی ہی طرف راجع ہین اگرچہ بسبب تعدد رواۃ صحابہ اور رواۃ ماتحت اور بسبب اختلاف الفاظ اور بسبب ذکر جزو کل وہ احادیث ان سے بحسب اصطلاح جدا ہین مگر فی الواقع ان ہی نصوص کے تابع و ہم معنی ہین یا چند احادیث ضعاف ہین کہ مولفین سنن و مسانید نے اُنکی خود تضعیف کی ہے۔ بعد ذکر ان نصوص کے انکی حاجۃ نہین۔

اب غور کرو ان احادیث سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ نماز مقتدی انمین داخل نہین پس ان احادیث سے وجوب فاتحہ مقتدی پر ثابت نہین ہو سکتا یہ بھی واضح ہو گیا کہ وجوب فاتحہ و ما زاد علی الفاتحہ کا ان احادیث مین مساوی ہے ہرگز ان احادیث سے نہین ثابت ہوتا کہ فاتحہ رکن نماز ہو اور ما زاد رکن نہو بلکہ سنت ہو نہیں نہین بلکہ وجوب

مین مساوی ہین کیونکہ حدیث عبادہ مین جب زیادۃ فصاعداً کی ثابت ہوگئی تو فاتحہ اور مازاد حکم مین مساوی ہین خواہ کوئی حکم ہو اور علی ہذا حدیث عائشہ اور عمرو بن شعیب اور ابی ہریرہ اور ابی امامہ مین بسبب وحدت متن کے جب سب مین لفظ ماتیسر کی زیادت ثابت ہوگئی تو دونو کے ہونے مین کہ فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ ہی حکم صلوٰۃ کے مخدج ہونیکا مساوی ہوگا پس اگر فاتحہ نہو تب بہی نقصان ہے اور نماز غیر تام اور اگر مازاد نہو تب بہی صلوٰۃ غیر تام ہوگی اور اگر دونون نہون تو نماز فاسد ہوگی بحکم فاقرؤا ما تیسر من القران کیونکہ معنی خداج کے فساد کے بہی ہوتے ہین اور نقصان کے بہی کما فی الصحاح خدجت الناقۃ تخدج خداجاً فہی خادج والولد خدیج اذا القت ولدہا قبل تمام الایام وان کان تام الخلق وفی الحدیث کل صلوٰۃ لا یقرء فیہا بام الکتاب فہی خداج ای نقصان واخدجت الناقۃ اذا جاءت بولدہا ناقص الخلق وان کانت ایامہ تامۃ فہی مخدج انتہی اور قاموس اور مجمع البحار وغیرہ مین بہی ایسے ہی لکہے ہین اسیوجہ سے امام مالک کے نزدیک بہی وجوب مین دونو برابر ہین اور حدیث نداء ابوہریرہ اور حدیث ابوسعید خدری سے مساوات وجوب خود ظاہر ہے بہرحال یہ امر کہ فاتحہ رکن ہو اور مازاد رکن ہو ان احادیث سے ہرگز ثابت نہین ہوتا واللہ تعالےٰ اعلم۔

اب بعد تقریر احادیث مرفوعہ کے جو کچہ کہ مذاہب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسبارہ مین ثابت ہوئے ہین بندہ لکہتا ہی کہ بعض صحابہ کے نزدیک قرأت فاتحہ خلف الامام مطلقاً خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ واجب ہے مگر تحریر بالا سے معلوم ہوچکا کہ بعض احادیث سے بنظر سرسری یہ امر معلوم ہوتا ہے مگر بامعان نظر کوئی حدیث مرفوع اس قول کی معاون نہین فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بعض کے نزدیک مازاد علی الفاتحہ مطلقاً نماز سریہ ہو یا جہریہ ممنوع ہے مگر فاتحہ سب صلوٰۃ مین سریہ ہو یا جہریہ مباح یا مندوب ہے جیسا کہ حدیث حضرت عبادہ سے واضح ہے اور یہی مذہب حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تہا چنانچہ سابقاً اسکی تقریر بہی ہوچکی ہو اس مذہب مین کراہت مازاد علی الفاتحہ مین کچہ تامل نہین مگر یہ باب اباحت فاتحہ اوپر معلوم ہوچکا کہ یہ واقعہ ابتدا اسلام کا تہا اور پہر بعد مین اسکی اباحت بہی احادیث مرفوعہ سے مرتفع ہوچکی ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور بعض کے نزدیک فیما جہر فیہ الامام مطلقاً فاتحہ اور غیر فاتحہ ممنوع اور فیما اسر فیہ الامام فاتحہ اور غیر فاتحہ دونو مباح یا مندوب ہے چنانچہ روایت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو کہ جزء القرات میں نقل کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اذا لم یجہر الامام فی الصلوات فاقرء بام الکتاب وسورۃ اخریٰ فی الاولیین من الظہر والعصر وبفاتحۃ الکتاب فی الاخریین من الظہر والعصر وفی الاخرۃ من المغرب وفی الاخریین من العشاء انتہی۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ قول حدیث مشہور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے کہ ما زاد علی الفاتحہ کی اسمیں ممانعت مذکور ہے اور حدیث عمران بن حصین کی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے اوسکے بھی خلاف ہے کہ حدیث عمران بن حصین میں آپنے قرأت مقتدی کو سریہ میں موجب خلجان فرمایا لقولہ قد علمت ان بعضکم خالجنیہا اور خلجان سبب علت ممانعت قراۃ مقتدی کی ہی فقط واللہ اعلم اور بعض کے نزدیک قرأت مقتدی فاتحہ اور ما زاد علی الفاتحہ مطلقاً صلوٰۃ سریہ وجہریہ میں مکروہ و ممنوع ہے عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس عبداللہ بن عمر جابر بن عبداللہ اور زید بن ثابت۔ ابو الدرداء، سعد بن ابی وقاص عمران بن حصین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی جماعت میں ہیں اور عینی نے اسّی صحابہ کی طرف یہ مذہب نسبت کیا ہے اور یہ مذہب کسی حدیث مرفوع کے خلاف بھی نہیں ہے البتہ حدیث عبادہ سے جو اباحت فاتحہ معلوم ہوتی تھی یہ اوس کے خلاف ہے مگر معلوم ہو چکا ہے کہ اباحت ابتداء اسلام میں تھی اور پھر آخر میں وہ اباحت مرتفع ہو چکی بلکہ یہ مذہب مؤید باحادیث صحیحہ مرفوعہ ہے ازانجملہ حدیث اذا قرء فانصتوا حدیث ابو موسیٰ اشعری وحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جسکو مسلم نے اپنے صحیح میں نہایت زور و شور سے تصحیح کیا ہے حیث قال وفی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادۃ من الزیادۃ واذا قرء فانصتوا ولیس فی حدیث احد منہم فان اللہ عز وجل قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ الا فی روایت ابی کامل وحدہ عن ابی عوانۃ قال ابو اسحق قال ابو بکر ابن اخت ابی النضر فی ہذا الحدیث فقال مسلم اترید احفظ من سلیمان فقال لہ ابو بکر فحدیث ابی ہریرۃ فقال ہو صحیح یعنی واذا قرء فانصتوا فقال ہو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ہہنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ہہنا انما وضعت ہہنا ما اجمعوا علیہ انتہی۔ سو دیکھو کہ مسلم زیادۃ روایت سلیمان تیمی کو بالاتفاق صحیح کہتے ہیں اور روایت ابو ہریرہ میں اگرچہ بعض نے کلام کی ہے مگر مسلم اوس کلام کو غیر معتبر ٹھیرا کر زیادۃ روایت ابو ہریرہ کو بھی صحیح کہتے ہیں

پس اب سنو کہ تمام ائمہ حدیث کے نزدیک مقرر و محقق ہو چکا ہے کہ اگر کسی راوی حافظ متقن سے اُسکے تلامذہ حفاظ متقنین کوئی روایت حدیث نقل کریں اور ایک راوی انہیں سے اس حدیث میں کوئی ایسی کلام روایت کرے کہ اُسکو سوائے اس ایک تلمیذ کے کوئی اور تلمیذ اوس شیخ کا روایت نہ کرتا ہو بلکہ وہ ایک ہی فقط تلمیذ روایت کرتا ہو تو یہ زیادۃ حکماً حدیث مستقل ہوگی لہذا اس کا حکم مثل حکم اوس راوی زیادہ کنندہ کے ہوگا یعنی اگر یہ راوی بھی مثل دیگر تلامذہ اس شیخ کے حافظ و متقن ہے اور کسی وجہ سے اوسپر جرح نہیں ہو سکتا تو وہ زیادت بالاتفاق صحیح ہوگی اور اگر وہ تلمیذ واحد کسی وجہ سے مجروح ہے تو یہ زیادۃ بھی مجروح ہوگی۔ اور اگر اس راوی کا جرح عند المحققین مرتفع ہے تو اس حدیث سے جرح مرتفع ہوگا اور زیادہ صحیح و معتبر ہوگی پھر یہ زیادہ اگر اصل حدیث مزید علیہ سے کسی وجہ سے مخالف نہیں تو یہ زیادۃ بالاتفاق بہر حال صحیح و معتبر ہوگی اگر وہ راوی حافظ و متقن ہے اور اگر مزید علیہ سے مخالف ہے تو اوسمیں حاجۃ ترجیح کی ہوگی گویا کہ دو حدیثیں آپسمیں متعارض ہیں پس جسکو حسب قاعدہ ترجیح ہوگی اور وہ مرجح رہیگی دوسری مرجوح ہو جاوے گی اس قاعدہ بالاجمال مسلم نے خطبۂ مسلم میں اور نووی نے شرح مسلم میں اور مقدمہ شرح مسلم میں اور دیگر اہل اصول حدیث نے لکھا ہے سبکی عبارات کے نقل میں طول ہوتا ہے لہذا فقط نخبہ و شرح نخبہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

قال الحافظ ابن حجر في النخبة وشرحها وزيادة راويهما أي الحسن والصحيح مقبولة ما لم تقع منافية لرواية من هو أوثق ممن لم يذكر تلك الزيادة لأن الزيادة إما أن تكون لا تنافي بينها وبين رواية من لم يذكرها فهذه تقبل مطلقا لأنها في حكم الحديث المستقل الذي ينفرد به الثقة ولا يرويه عن شيخه غيره وإما أن تكون منافية بحيث يلزم من قبولها رد الرواية الأخرى فهذه هي التي يقع الترجيح بينها وبين معارضها فيقبل الراجح ويرد المرجوح واشتهر عن جمع من العلماء القول بقبول الزيادة مطلقا من غير تفصيل ولا يتأتى ذلك على طريق المحدثين الذين يشترطون في الصحيح أن لا يكون شاذا ثم يفسرون الشذوذ بمخالفة الثقة من هو أوثق منه والعجب ممن غفل عن ذلك منهم مع اعترافه باشتراط انتفاء الشذوذ في حد الحديث الصحيح وكذا الحسن والمنقول عن أئمة الحديث المتقدمين كعبد الرحمن بن مهدي ويحيى القطان وأحمد بن حنبل

ويحيى بن معين وعلي بن المديني والبخاري وابي زرعة الرازي وابي حاتم والنسائي والدارقطني وغيرهم اعتبار الترجيح فيما يتعلق بالزيادة وغيرها ولا يعرف عن احد منهم اطلاق قبول الزيادة انتہی دیکھو کہ یہ قاعدہ مسلمہ اور مقبولہ و معمولہ خود امام بخاری و جملہ ائمہ حدیث کا ہے اسکے خلاف کرنا کسی اہل علم کا منصب نہیں۔ تو اولاً سلیمان تیمی احفظ الناس اور ثقہ راوی بخاری و مسلم وغیرہما کا ہے کبھی کسی نے کوئی حرف وہم و تدلیس وغیرہ کا یا کوئی حرف جرح کا انکی نسبت نہیں کہا اور باتفاق ائمہ راوی مسلم و مقبول ہے اور تلمذ انکا قتادہ سے بھی محقق و معلوم ہے پھر ان کے متابع عمر بن عامر و سعید بن ابی عروبہ بھی ہیں کہ جسکو حافظ ابن حجر قبول کرتا ہی اور ان کی زیادت حدیث ابوموسی اشعری میں ایسی ہی کہ مزید علیہ سے ہرگز کسی لفظ و جملہ کے مخالف نہیں ہے اور نہ کسی جملہ کی مغیر و مقید ہے بلکہ مستقل ایک علیحدہ مسئلہ ہے کیونکہ الفاظ حدیث ابوموسی اشعری کے یہ ہین فقال ابوموسی اما تعلمون کیف تقولون فی صلوتکم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم اللہ فاذا کبر و رکع فکبروا و ارکعوا فان الامام یرکع قبلکم و یرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم ربنا لک الحمد یسمع اللہ لکم فان اللہ تعالی قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع اللہ لمن حمدہ واذا کبر و سجد فکبروا و اسجدوا فان الامام یسجد قبلکم و یرفع قبلکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتلک بتلک واذا کان عند القعدۃ فلیکن من اول قول احدکم التحیات الطیبات الخ پس یہ جملہ واذا قرء فانصتوا نہ کسی فقرہ یا لفظ کو رد کرتا ہے نہ کسیکو مقید کرتا ہے بلکہ مستقل علیحدہ مسئلہ ہے پس حسب قاعدہ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور جملہ ائمہ احادیث بالاتفاق یہ فقرہ حدیث مستقل ہی اور صحیح و معتبر بلا خلاف ہوا اسمین کلام کرنا کسی ناواقف کا ناموزون ہی اسیواسطے باقتضاء تعصب مذہبی امام بخاری کو ہرگاہ کہ اس فقرہ مین گنجائش طعن نہ ملی تو جزو قرأت مین لکھتے ہین کہ معلوم نہین اس فقرہ کو سلیمان تیمی نے قتادہ سے سنا یا نہین سنا سخت تعجب ہی کہ سلیمان تیمی نہ مدلس نہ متوسم اور خود امام بخاری کا راوی اور بخاری صاحب کا قاعدہ مسلمہ اور روایت معنعن کے اعتبار مین محقق کہ استاد و شاگرد ایک جلسہ مین جمع ہو گئی ہون تو اوس

معنعن کے قبول مین کلام نہین اور یہان اجتماع سلیمان او قتادہ کا بسبب تلمذ کے معلوم اور پھر بھی امام
بخاری بسبب معنعن ہونیکے سماع سلیمان مین شک فرمادین معاذ اللہ اگر یہی شک ہے تو صحیح بخاری کی عدہ معنعن
راویون کا آدمی انکار کرسکتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ نہین نہین بلکہ سماع سلیمان تیمی کی حسب قاعدہ مسلمہ
بخاری محقق اور یہ زیادت حسب قاعدہ مقررہ مسلمہ بخاری وجملہ ائمہ ثابت اور صحیح اور اسمین کوئی شبہ نہین۔ اور جیسا
کہ امام بخاری نے اس زیادت سلیمان تیمی مین بسبب اپنی تائید مذہب کے عدم سماع سلیمان کا وہمی لکھا ہے
اس سے بھی زیادہ یہ ہے کہ زیادہ معمر پر لفظ فصاعدا کی نسبت حدیث عبادہ مین انکار کیا ہے چنانچہ پہلے
لکھا گیا ہیں ایسے توہمات خلاف اپنے قواعد مسلمہ کے اور خلاف ائمہ حدیث کے کسطرح معتبر اور ملتفت الیہ ہوسکتے
ہین اور جو زیادہ کہ حدیث ابوہریرہ مین واذا قرء فانصتوا کی مروی ہے وہ بھی کسی جملہ حدیث ابوہریرہ کے مخالف
نہین کیونکہ اوسکی الفاظ یہ ہین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللہم
ربنا لک الحمد اور رواۃ اس حدیث کے بھی سب صدوق وثقہ ہین ایک راوی اوسکے ابوخالد احمر
ہین وہ بھی ثقہ اور صدوق ہین اور ان کی مدح مین اسقدر کافی ہے کہ بخاری اور مسلم اوس سے بکثرت
روایت کرتے ہین جسکا دل چاہے صحیحین دیکھ لے مگر چونکہ بخاری نے جزء قراءت مین امام احمد سے نقل فرمایا ہے
کہ فرماتے ہین اراہ کان یدلس لہذا اونپر ایک وہم تدلیس کا لگایا گیا حالانکہ امام احمد بھی انکو قطعاً مدلس نہین
فرماتے۔ سو یہ گمان تدلیس ان کے ثقہ وصدوق ہونے مین مضر نہین اسیواسطے بخاری بے تکلف ان سے اپنی
کتاب مین روایت فرماتے ہین اور درصورت مدلس ہونیکی اگر ہے تو یہی وہم ہے کہ اپنے اصل استاد کو
انہون نے مخفی کیا اور اوسکا حال معلوم نہین کہ کیا ہے پس بخاری کے نزدیک تو سبب اسی توہم کا اور انفراد ابوخالد کا
کا اس حدیث مین یہ وجہ انکار کی ہوئی مگر درصورتیکہ ابوخالد کا دوسرا متابع ثقہ صدوق موجود ہے تو ایسی حالتمین وہم
تدلیس بالکل مرتفع ہوگیا اور صحت حدیث مین کسی نوع کا تردد باقی نہین رہا چنانچہ نسائی نے اپنے سنن مین
بعد نقل روایت ابوخالد احمر مذکورہ بالا کے دوسری سند ذکر کی اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن المبارک قال حدثنا
محمد بن سعد الانصاری قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم الی آخر السند المذکور

ثم قال کان المخرمی یقول هو ثقة یعنی محمد بن سعد الانصاری پس ہر گاہ کہ محمد بن سعد متابع ابو خالد
احمر کے ہو گئے تو وہ واہمہ جو کسی وجہ سے ہو گیا تھا رفع ہو گیا اور ابو خالد کے جلیل القدر ہونے مین
کوئی شبہ نہین چنانچہ جوہر نقی حاشیہ بیہقی مین ہے قال اسحق بن ابراھیم سالت وکیعا
عنہ فقال ابو خالد ممن یسئل عنہ قال ابو ھشام الرفاعی ثنا ابو خالد الاحمر الثقة الامین
الخ علی ہذا اسمٰعیل بن ابان بھی متابع ابو خالد کا ہوا ہے۔ چنانچہ بیہقی مین بھی یہ سند مذکور ہے
تو چونکہ بعض نے ابو خالد مین کلام کی تو اس حدیث کو مسلم نے مختلف فیہ قرار دیا لیکن جب یہ کلام
قابل التفات نہی تو مسلم نے اسپر نظر فرما کر حدیث ابو ہریرہ کی تصحیح فرمائی اور بعض دیگر کو چونکہ
اُس کلام پر جو ابو خالد مین کی گئی ہے اطمینان نہوا تو نسبت اس زیادت کی محمد بن عجلان
کی طرف کی حالانکہ محمد بن عجلان بھی ثقہ صدوق ہین چنانچہ بخاری اپنی تعلیقات مین اور مسلم و
ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ و ترمذی اپنے اپنے سنن مین ان سے روایت کرتے ہین جوہر نقی
مین ہے قلت ابن عجلان وثقہ العجلی و فی الکمال لعبد الغنی ثقة کثیر الحدیث و تابعہ علیہا خارجة بن
مصعب و یحیی بن علاء کما ذکرہ البیہقی فیما بعد اور نیز جوہر نقی مین ہے وقد ذکر المنذری
فی مختصرہ کلام ابی داؤد ورد علیہ بنحو ما قلنا و ابن حزم صحح حدیث ابن عجلان وقد مر ان
مسلما صححہ و ذکر ابن عمر فی التمہید بسندہ عن ابن حنبل انہ صحح الحدیثین یعنی حدیث ابی موسیٰ
و حدیث ابی ہریرة انتہی۔ اس تحریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ امام احمد کو کسی وجہ سے
ابو خالد احمر پر وہم تدلیس تھا مگر اس زیادہ کی صحت مین اُنکو کسی طرح شبہ نتھا لہذا انہون نے
اسکی صحت کی تصریح فرمائی فقط۔

الحاصل جو کچھ کلام حدیث ابی ہریرہ مین کسی نے کی ہے وہ بھی مضر صحت اس حدیث کو
نہین ہے چنانچہ واضح ہو گیا پس صحت ہر دو حدیث مین کوئی خدشہ نہین ہے اور جو کچھ
ان دونون مین کلام کی گئی ہے اور وہ خلاف قواعد مسلمہ ائمہ حدیث کے ہے کہ جسپر

اہل دیانت کو کچھ توجہ نگرنا چاہیئے اور نیز یہ ہر دو حدیث جیسا کہ اپنے مزید علیہ کے مخالف نہیں
ہین اور کسی دوسری حدیث صحیح کے بھی معارض نہیں ہین چنانچہ اوپر کی تحقیق سے معلوم ہو چکا
البتہ اباحتہ مفہومہ حدیث عبادہ کے خلاف ہے مگر تاریخ سے معلوم ہو چکا کہ یہ حدیث بہت
موخر حدیث عبادہ سے ہے اور رافع اسکی اباحتہ کو اور دیگر احادیث جو مؤید اس مذہب کی
ہین انکی نقل و تصحیح کی حاجت نہین اب ہر عاقل پر واضح ہو گیا کہ مذہب رابعہ صحابہ کرام
کا ارجح المذاہب ہے اور موافق احادیث مرفوعہ کے اور آیۃ کلام اللہ شریف
کے پس اس پر طعن کرنا صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن کرنا ہے اور احادیث
مرفوعہ اور آیۃ کلام اللہ شریف پر۔ پس اس سے حذر لازم ہے
اور ایسی جرأت کو سخت مضر جانکر ترک کرنا چاہیئے علی ہذا
طعن کرنا مذاہب ثلاثہ باقیہ پر بھی دیانت
سے نہایت بعید ہے۔ فقط
واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم و احکم
وما علینا الا البلاغ واللہ
یھوی من یشاء الی
صراط مستقیم

مسئلہ وجوب تقلید شخصی

بجواب اشتہار غیر مقلدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقلید شخصی واجب ہے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا اتباع فرض کیا اور احادیث تمام اسپر دال ہیں اور یہ بات سب کے نزدیک مقرر ہے مگر فہم کی بات ہی کہ اتباع حضرت وہ کر سکے کہ جس نے آپکی زیارت کی ہو ورنہ بدون حضور صحبت کیونکر ہو سکتا ہے تو لہذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسکو بھی نقل فرمایا کہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم حق تعالیٰ نے فرمایا فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو پوچھلو پیر پہلون سے پوچھنا فرض فرمایا صحابہ سے تابعین نے پڑھا اور ان کا اقتدا کیا اور علی ہذا تابعین سے تبع تابعین نے پڑھا کہ خود فرما چکے ہین خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ان قرون کی تعریف سے یہ مقصد ہے کہ تابعین نے صحابہ سے سیکھا اور تبع تابعین نے تابعین سے اور یہ ہر سہ قرون خیر امت ہین ان سے سیر طریقہ لو کیونکہ خیریت انکی بسبب علم و عمل ہے اور جو علم و عمل مین اولی ہوتا ہے وہی مقتدا ہوتا ہے پس اب تعین سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے اور ان کے بعد تابعین سے اور ان کے بعد تبع تابعین سے فرض ہوا اور علی ہذا آج تک یونہی قرن بقرن چلا آیا کہ خود فرمایا بلغوا عنی سب عالمکو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کرو تو ہر زمانہ مین بعبارت صریح حدیث کے علماسے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا کیونکہ بدون تقلید پہلونکے پچھلونکو ہرگز دین نہین ملسکتا مشتہر کو بھی تو دین پہلون سے ہی معلوم ہوا ہے کسیکی بات ماننا اور اسکو صادق جانکر عمل کرنا اسکے ہی معنی تقلید مین اتنی بات مقلدین اور غیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہین مگر غیر مقلدین صرف لفظونکی تقلید کرتے ہین کہ پہلونسے لفظ سنکر قبول کئے اور معنی جو چاہئے آپ لگا دئے گو دین کیموافق ہون یا مخالف۔ سبحان اللہ صحابہ جو عربی تھی اور فصاحت و معانی و نکات اپنی کلام کی جانتے تھے قران وحدیث کے معنی کو حضرت سے اور باہم تحقیق کرتے تھے اور مقصد و معانی کی سیکھنے کی ضرورت جانتے تہے کہ مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ نے دس برس مین سورۂ بقرہ کو سیکھا یہ معانی پڑہتے تھے یا الفاظ کے پڑھنے کی انکو کیا ضرورت تہی بلکہ تفسیر پڑھی تھی اور علی ہذا تابعین و تبع تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضرور ہوئی مگر جہلاء ہند کو کچھ حاجت نرہی کہ فقط پہلے لوگون کے لفظ دیکھکر اپنی رائے سے جو چاہا معنی گھڑ لئے احادیث مین موجود ہے کہ صحابہ تابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تہی بہر حال تقلید لفظ و معنی دونون کی دین مین واجب ہے تو بس بحسب ارشاد شارع کے تقلید واجب ہوئی اور جو کوئی کسی عالم کی تابعین ہیکر آج تک تقلید کرتا ہے تو تقلید صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تقلید ہے

کیونکہ یہ سب واسطہ و وسائل آپکے ہین سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور انکے شاگردون کی تقلید صحابہ کی تقلید اور خود صحابہ
آنجناب کی تقلید ہے تو بالضرور تقلید امام ابوحنیفہ رح کی تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی - اور مقلد امام شافعی رحمۃ اللہ
علیہ وغیرہ کا مقلد آپکا ہی ہوا اب وجود اسباب کے تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدون صحابہ اور تقلید صحابہ بدون
تابعین کے محال ہی - اور قرآن و احادیث مین انکی تقلید کا حکم صریح مذکور ہو چکا تو یہ ہم پوچھتے ہین کہ باری تعالیٰ اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے حکم تقلید ائمہ اربعہ کے وجوب کے اور کیا معنی ہین آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف یا حدیث مین
خاصکر بنام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا شافعی رحمۃ اللہ مثلاً حکم ہوا کہ فلان امام کی تقلید کرنا واجب جانیو - اگر یہ مطلب ہے
تو بعض وہو کا مسلمانون کو دینا ہے - بخاری و مسلم کے الفاظ کی تقلید کی کونسی صریح حدیث یا قرآن کی آیت ہی یا صحابہ مین سوائے
چند ناموں کے کسیکے نام کی تصریح آئی ہے - معاذ اللہ - اور اگر صحابہ کے قرآن مین لفظ اصحابی کالنجوم پر قناعت ہے تو
ثم الذین یلونہم اور لفظ اہل الذکر کے عموم مین کیا قباحت دیکھی جو یہان تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی اگر مشتہر
جیسے امام ابوحنیفہ رح یا امام شافعی کے تصریح اسم کی نص مانگتا ہے جو ہم بھی صحابہ کے ہر ہر واحد کے نام کی صراحۃً نص سے
پوچھتے ہین اور بخاری و مسلم وغیرہما تمام ائمہ حدیث کی تقلید لفظی کی حدیث صریح طلب کرتے ہین الغرض سب مغالطہ اور
دہوکا ہے بات یہی کہ جیسا صحابہ نے حضرت سے دین لیا ویسا ہی تابعین نے صحابہ سے لیا اور تبع تابعین نے صحابہ و تابعین سے
اور جب صحابہ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام ہی لیدیا اور جبکہ تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین نے
تقلید کو ضروری فرمایا اور علی ہذا القیاس بعد کے قرون مین اور امام ابوحنیفہ رح بھی تابعین مین سے ہین چنانچہ جلال الدین سیوطی
ایک رسالہ میں لکھا ہے تو انکی تقلید نص سے ثابت ہوئے کیونکہ انکا سب فقہ اور حدیث صحابہ کے اقوال و
افعال سے حاصل مستنبط ہی اور علی ہذا شافعی وغیرہ تبع تابعین کے شاگرد ہین انکا علم بھی انھین سے مستفاد ہے پس اب کسی کو کوئی
انکی تقلید سے انکار کریگا اور انکی نام کی نص صریح مانگتے ہین مشتہر کا قافیہ تنگ ہوگا دیکھینگے وہ کس کس نبی مقتدا یون کی نص صریح
لاویگا ہان ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مشتہر کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ و تابعین کی درست و ضرور ہی پھر خاصکر ایک ہی کی تقلید کرنی
کیا ضرور ہے اور وجوب ایک ہی شخص کا کس نص مین آیا ہے نص قرآن و حدیث تو علی العموم سب کے تقلید کا ارشاد فرماتی ہے اور تابعین
اور تبع تابعین کے طرز سے بھی یہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہین بلکہ بہت لوگون سے علم انکا حاصل ہے البتہ یہ بات قابل التفات
و جواب ہے تو اول ہوش کرکے یہ بات سنو کہ حدیث صحابی کالنجوم کی یہ معنی ہین کہ میرے سارے اصحاب مثل ستارون کے ہین تم جس کسی
ایک صحابہ کی بھی اقتدا کروگے تو ہدایت پاؤگے تو مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کیواسطے کافی ہے
یہ معنی نہین کہ جو سب کی اقتدا کروگے تو ہدایت پاؤگے ورنہ نہین گو ہان جب سب کی اقتدا مین بہت ہی کم صحابہ کی اقتدا ہوگی اور مسائل در مواقع متعددہ
مین اصحاب متعددہ کی اقتدا جس کریگا تو بھی بہت بہتر ہو ہیگی تو بس اس حدیث مین آپنے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمایا اور زیادہ کی تقلید کو
منع نہین فرمایا اور فی الواقع مسئلہ مختلفہ مین آپکو تحقیق تو ایک کی ہی کی تقلید ممکن ہے دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہین
سکتی اور اس تقریر سے یہ واضح ہو لیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابہ ہی ہے اور علی ہذا یہ حکم جیسا اصحاب کی نسبت ہے ویسا ہی

تابعین اور تبع تابعین وغیرہم کی نسبت کبھی کسی ایک کی تقلید ضروری ہی اور زیادہ کی منع نہیں تو بہر حال اتباع دین حاصل تاہی اور
ہدایت پاتاہی اور فاسئلوا الخ کا امتثال پورا حاصل ہوتا ہے اور اصحابی کالنجوم الخ پر کامل عامل بنتا ہی اس تقلید مین کوئی کراہت یا کوئی
ترک اولی نہیں اور مطلق تقلید کی جو صورت ہے یہی ایک فرد ہی اگرچہ دوسرے فرد کو کہ چند علما کا مقلد ہونا ہے وہ اصل مین ادا اور جایز ہی اور ہم
پہلے اس تقلید شخصی کی ہی تو بس مقلد امام ابو حنیفہ رح اور امام شافعی رح وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین کیسکے نام لیکر فرمانکی
ضرورت نہین کیونکہ کلیہ کی جزئیات اور عام کی افراد حکم صراحتہ ہی ہوتی ہین اور اگر مشتہر کا مذہب کلیہ مین صراحتہ اسمی کا ہی تو تمام کلیات
وعمومات وارده نصوص لغو ہوجاوینگے سب زانی و سارق و غاصب نام سی تصریح مانگینگے جیسا کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے
نام حکمنامہ لاؤ الی صحیح نہایت پیر لوز مطالبہ ہے اور واہی بات اور محض ہوکا ہے بعد دریافت اسباب کے دوسری بات سنو کہ حق تعالی
قرآن شریف مین بقولہ لا تفرقوا حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے اور اجتماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہی اور جو امر تفریق و وانی والا ہو اسکو
منع اور حرام فرماتا ہی اگرچہ وہ امر مستحب ہو جو امر ایک وقت مین مستحب تھا جب اوس امر سے مسلمانوں مین فتنہ ہوئیگا وہ امر حرام ہوجاتا ہے دیکھو کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندیشہ افتراق امت کے بیت اللہ شریف کی دیوار کو اپنی موقع پر نہ بنایا اور خود آپنے تطویل قرأت فی الصلوٰۃ کو
مستحب فرمایا تھا کہ عمدہ نماز وہ ہے جس مین قرآن زیادہ پڑھا جاوے اور حضرت معاذ نے اسپر عمل کیا تو جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت
کرنیوالے ہین معاذ کی طول قرأت سی ہمکو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو فتان فرمایا اور چھوٹی قرأت
کو واجب کردیا کیونکہ قرأت کے ادا کرنیکو ادنی درجہ کافی تھا اور طریقہ موجب اتفاق کا تہا اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحسن تھا مگر وقت افتراق کے
اسکو فتنہ فرمادیا اور اسپر عمل کرنیوالے کو فتنہ انگیز ٹھیرایا پس قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر ادا ہی واجب کے دو طریقہ ہوں ایک مین فساد ہوتا ہو اور
دوسرے مین اتفاق رہتا ہو تو وہ طریقہ جسمین فسا ہو اختیار کرنا حرام ہوجاتا ہے اور دوسرا طریقہ واجب معین ٹھیر جاتا ہی اگرچہ وہ طریقہ
جس مین افتراق ہوتا ہے اصل مین عمدہ ہی کیون نہو مگر اس عارضی امر سے حرام بنتا ہی اب ان دونو امر کے بعد جواب اس شبہ کا صاف نکل آیا کہ
تقلید شخصی کرنیوالے اہل ہند سے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے اور امتثال امر خداوندی اور دینی مین سرگرم اب اگر عدم تقلید شخصی کوئی
کرانا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ و افتراق امت مین ڈالتا ہی لہذا یہ امر ناجایز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی لہذا ہم
کہتے ہین کہ اب تقلید شخصی واجب بالغیر ہوگی اور عدم تقلید حرام بالغیر ہی۔ اور جو کچھ فتنہ اور نزاع اور اختلاف باہم اس عدم
تقلید مین ہے وہ سب کو نظر آتا ہی مگر ان متعصبان جسکو کور باطن بنا دے وہ اس فساد کے معاینہ سے معذور ہے اب بفضلہ تعالی
وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہوگیا اور تقلید ائمہ اربعہ مین کسی امام کی بالتعین واجب و ثابت نص قرآنی اور حدیث
نبوی سے ہوگی کسی مسلمان کو مجرد ولایق نہین اور یہ سوال مشتہر کا اصل سبب سوالات کی ہے اور یہ بات اوسکی جڑ
بہت خدشات کی ہے اور مایہ افتخار اوس کا ہے اس واسطے ہمنے اسکو بہت دراز لکھا ہے اس جواب کو
بہت غور سے دیکھنا چاہیے کہ صحت فہم سے سب خدشہ رفع ہوجاتے ہین فقط

واللہ تعالی اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ سعید احمد عفی عنہ

تالیفات حضرت حکیم الامتہ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تربیت السالک		میاں، بیوی، حاکم و		فروخت کے مسائل	
سالکین کو جو شبہات و		محکوم، ہمسایہ مہمان		تاجر و غیر تاجر سب کے	
خطرات اور احوال پیش		جانور سب کے حقوق		کار آمد ہے۔	۲ر
آتے ہیں نیز بہت سے		جس سے معلوم ہوتا		طریقہ مولد شریف	
مسلمانوں کو بھی بعض شبہات		ہے کہ اسلام نے		اسمیں یہ بیان کیا ہے	
ستاتے ہیں وہ اس کتاب سے		کتنی ہمدردی کی		کہ مولود شریف کس طریقہ	
حل ہو جاتے ہیں	۶ر	تعلیم دی ہے	۱۰ر	سے جائز ہے بلکہ	
ایضاً حصہ دوم	۶ر	حقوق العلم		مستحسن اور کس طریقہ	
ایضاً حصہ سوم	۹ر	اہل علم کے لئے اس		سے ناجائز۔	۱ر
تیسیر المبتدی	۶ر	کا دیکھنا نہایت ضروری ہے	۴ر	علاج القحط والوباء	
جامع الآثار احناف کے		حق السماع راگ		قحط و وبا کا سچا حال	۱ر
مذہب کیموافق احادیث		ومضامیر کے متعلق		فتاوی اشرفیہ	
کو جمع کیا ہے بزبان عربی	۸ر	فقہی تحقیق۔	۲ر	حصہ اول	۴ر
جمال القرآن۔ یہ بچون		خاتمہ بالخیر	۱ر	ایضاً حصہ دوم	۶ر
کیلئے قرات میں بہت عمدہ		رونمای مثنوی	ـ/ر	المصالح العقلیہ	۹ر
اور سہل رسالہ ہے	۲ر	شجرہ مع تعلیم الطالب	۱ر	مناجات مقبول	
حقوق الاسلام۔		شوق وطن	۴ر	السرور۔ ایک عمدہ	۳ر
پیر، استاد، ماں، باپ		زاد السعید	۲ر	تجارت آخرت ”	۱۰ر
دادا، دادی، نانا نانی		صفائی معاملات		الشذور	۲ر

نوٹ۔ دکان احقر کی دکان سے ہر قسم کی کتابیں طلب فرماویں ارسال کیجائینگی فہرست میں تو صرف وہ کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ جو ہر وقت دکان میں موجود کار آمد رہتی ہیں ورنہ جملہ اقسام کی روانہ کر سکتا ہوں۔ البتہ کتاب کے علاوہ اور کوئی چیز روانہ نہیں ہوگی +